السنن الکبری کی تدوین میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا منہج

تحقیقی جائزہ

[مقالہ برائے ایم فل علومِ اسلامیہ]

(سیشن: 2006ء)

مقالہ نگار

میمونہ اسلام

لیکچرر گورنمنٹ ڈگری کامرس کالج فار وومن سرگودھا

V-767268

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی

ایسوسی ایٹ پروفیسر

شعبہ قرآن وحدیث، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(1431ھ/ 2010ء)

بسم الله الرحمن الرحيم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ
تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ٦

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ
الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ
فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ ٧

(سورة الحجرات)

FORWARDING SHEET

The thesis entitled:

السنن الکبری کی تدوین میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا منہج

ایک تحقیقی جائزہ

by Mamoona Islam Partial fulfillment of the requirement for M.Phil. degree in Islamic studies has been completed under my guidance and supervision. I am satisfied with the quality of student's research work and allowed her to submit her thesis.

Signature

Prof. Dr. Abdu ul Hameed Khan Abasi
Depatment of Quran o Hadith
Allama Iqbal Open University, Islamabad

APPROVAL SHEET OF THE COMMITTEE

Title of Thesis: السنن الکبری کی تدوین میں امام بیہقی کا منہج۔ایک تحقیقی جائزہ

Name of student: Mamoona Islam.

Accepted by the faculty of Arabic & Islamic studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad, for partial fulfillment of the M. Phil. degree in Islamic studies.

Viva voice committee:

Signature

Prof. Dr. Abdu ul Hameed Khan Abasi
Depatment of Quran o Hadith
Allama Iqbal Open University, Islamabad

Signature

Internal Examiner

Signature

External Examiner

DECLARALION CERTIFICATE

I Mamoona Islam Roll No V-767268 a student of M.Phil. Islamic Studies in Allama Iqbal Open University Islamabad do hereby solemnly declare that the thesis entitled

السنن الکبری کی تدوین میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا منہج۔ایک تحقیقی جائزہ

submitted in partial fulfillment of M.Phil. Islamic studies degree, is my original work and has not been submitted by me for obtaining any degree from this or another University or Institution.

Signature

Mamoona Islam

Roll No : V- 767268

Dated: 4-01-2011

انتساب

والدین کے نام

کہ جن کی شفقت، علمی راہنمائی اور پر خلوص دعاؤں نے مجھے اس مقام پر پہنچایا۔

میمونہ اسلام

اظہارِ تشکر

میں سب سے پہلے خداوند قدوس کی بارگاہ میں یہ ہدیہ شکر پیش کرتی ہوں کہ جس کی بے پایاں عنائیتوں ہی سے اس تحقیقی کام کی تکمیل ممکن ہو سکی۔

اس مقالہ کے مشرف جناب محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی کی بے حد ممنون ہوں کہ جن کی قدم قدم پر علمی راہنمائی، شفقت اور نگرانی نے مقالہ کے اختتام کی راہ سمجھائی اور جناب محترم ملک کامران طاہر مدیر معاون ماہنامہ 'محدث' کی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نا صرف مقالہ سے متعلقہ بنیادی کتب و مصادر کی نشاندہی و فراہمی کا بندوبست کیا بلکہ اپنا قیمتی وقت نکال کر مقالہ کی نظر ثانی کی۔ اسی طرح مقالہ سے متعلق کے لئے مکتبہ رحمانیہ ادارہ محدث 99 / جے بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور کے عملہ کی شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر طرح سے تعاون فرمایا۔

اور ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کی لائبریری، لائبریری پنجاب یونیورسٹی لاہور بھی قابل تحسین ہے کہ مجھے اپنے مصادر کے سلسلہ میں کبھی وہاں جانا پڑا تو مایوس نہیں ہوئی۔

باقی اس مقالہ کی کمپوزنگ اور سیٹنگ کرنے والے حضرات کی ممنون ہوں کہ جنہوں نے مقالہ کی سیٹنگ کی اور اس کو احسن طریقہ سے تکمیل تک پہنچایا۔

آخر میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ جن لوگوں نے بھی مقالے کے سلسلے میں کوئی بھی تعاون کیا۔ اللہ انہیں اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

میمونہ اسلام

مقدّمه

السنن الکبری کی تدوین میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا منہج

[تحقیقی جائزہ]

اللہ تعالی نے شریعت اسلامی کو محفوظ و معتوَن رکھنے کے لئے ایسے انتظامات کاانتظام فرمادیا کہ شریعت کے اولین ماخذ 'قرآن' کی حفاظت اپنے بندوں کے سینوں میں کندہ اور نقش کر کے فرمائی جبکہ دوسرے ماخذ حدیث جو کہ قرآن کی تعبیر و تبیین ہے جس کو ایسے حاذق اور ماہر محدثین کی ذریعے محفوظ کیا کہ انہوں نے حدیث کی صحت حفاظت کے ایسے کڑے اصول وضع کیے کہ جعلی روایات گھڑنے والوں کے تمام راستوں کو مسدود کر دیااور ان اصولوں پر اخبار کو پرکھ کر ہمیں وہ نکھری ہوئی روایات سے متعارف کروایا جن کو اللہ کے نبی ﷺ کی طرف حقیقتا منسوب کیا جاسکتا تھا۔اور یہ کام دوسری تیسری صدی ہجری میں ہو چکا تھا۔اس کے بعد فن اصول حدیث میں مزید نکھار آتا گیااور اس میں مزید وضاحتیں اور پہلوؤں کو سامنے لایا گیا۔امام بیہقی اسی قافلہ باصفا کے راہرو تھے کہ جنہوں نے السنن الکبری جیسی کتاب تصنیف فرما کر علوم حدیث میں گرانقدر اضافہ کیا۔

السنن الکبری پانچویں صدی ہجری سے لے کر آج تک علماء کے ہاں ایک عظیم مقام رکھتی ہے۔اس کی شہرت کی بنیاد اس کی یہ خاصیت تھی کہ اس میں علوم و معارف کا خزانہ پنہاں ہے اور یہ حدیث کے میدان میں بالعموم اور '' سنن'' کے طریقہ تصنیف کے متعلق بالخصوص بہت سے نئے علمی فوائد فراہم کرتی ہے اور اس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں پائی جانے والی تمام نصوص میں نقد کی روح نظر آتی ہے۔

الغرض یہ کتاب بلاشبہ احادیث احکام اور علل کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے اور اس کا مطالعہ تحقیق حدیث کا کام کرنے والے ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے جو حتی الامکان زیادہ سے زیادہ حدیث و فقہ کے مسائل کا احاطہ کرنا چاہتا ہو یا احکام شرعیہ کے اصولوں کو وسیع پیمانے پر جاننے کا خواہاں ہو یا نقد کے طرق اور باریکیوں سے آگاہی کا متمنی ہو۔

علماء نے اس کتاب کی قدر و منزلت کا ادراک کیااور اس کے لائق شان اس کی تعریف کی۔امام ذہبی رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

'' ایسی تصنیف کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔''[1]

امام سبکی رحمہ اللہ کا قول ہے:

'' علم حدیث میں عمدہ انتخاب و ترتیب کے حوالے سے سنن الکبری جیسی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔''[2]

ابن الصلاح رقمطراز ہیں:

''امام بیہقی رحمہ اللہ کی ''سنن کبیر'' کے متعلق کوئی شخص بھولا نہ رہے کیونکہ ہم نے اس میدان میں اس جیسی کتاب آج تک نہیں

---

① سیر النبلاء لذہبی :18/ 166

② طبقات الشافعیہ لسبکی : 4/ 9

دیکھی۔"[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ تمام علوم اسلامیہ میں بالعموم اور علوم حدیث میں بالخصوص نہایت بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ان کی یہ کتاب حدیث کا ایک جامع اور بنیادی مصدر ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام و مرتبہ کی حامل ہے۔امام بیہقی رحمہ اللہ کی سب سے اہم اور ضخیم تصنیف ہے اور یہی کتاب ان کی شہرت و پہچان کی بنیاد بنی۔اور اس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے نئی معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی کتاب میں پائے جانے والی نصوص کی چھان پھٹک اور دلائل و علل بیان کر کے اس پر نقد کا بھی خاص اہتمام کیا ہے۔

اگرچہ امام صاحب کی دوسری تصنیفات پر اور امام بیہقی رحمہ اللہ کے حالات واقعات پر بہت کام ہو چکا ہے۔لیکن السنن الکبری میں امام بیہقی رحمہ اللہ کے منہج پر کوئی ایسا مقالہ سامنے نہ آیا کہ جس میں السنن الکبری میں اختیار کیے گئے اصولی منہج کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا جاتا۔لہٰذا ضرورت اس بات کی تھی کہ السنن الکبری کے امتیازات و خصائص کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا جائے اور اس عظیم سعادت کی ذمہ داری میرے حصہ میں آئی۔

اگرچہ اس گراں بار ذمہ داری کی سبکدوشی سہل نظر نہیں آتی تھی تاہم شوق خدمت دین اور تحقیقی ذوق کو بروئے کار لاتے ہوئے اور اللہ سے توفیق طلب کرتے ہوئے اس کام کو قبول کیا۔اور پھر اللہ کی مدد اور ذوق تحقیق سے اس مقالہ کی تکمیل ہوئی۔

مقالہ کی ترتیب میں اسے چار ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے اسی طرح ہر باب کی اس کی مناسبت سے فصول قائم کی گئی ہیں۔پ

پہلا باب امام بیہقی رحمہ اللہ کے احوال و آثار پر مشتمل ہے کہ جس میں امام صاحب کے حالات زندگی، علمی مراحل و اسفار، تلامذہ اور ان کی تصنیفات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

باب دوم السنن الکبری کا منہج اور خصائص کے نام سے ہے جس میں علوم حدیث سے متعلقہ کتب کا تعارف پیش کر کے السنن الکبری کا ان کتب میں مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔اسی طرح کتاب ہذا میں استعمال کی گئی حدیث سے متعلقہ اصطلاحات کو بالترتیب بیان کرتے ہوئے منہج بیہقی کے بارے کتابوں میں بکھرے موتیوں کو جمع کر کے کتاب کا تنظیمی منہج واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

باب سوم کے نام سے ہے جس میں حدیث مرفوع، موقوف اور مقطوع کی تعریفات امام صاحب کا ان کے بارے اسلوب نگارش ان کے ہاں مذکورہ احادیث کی اقسام اور موقوف حدیث سے متعلق امام صاحب کا امتیازی موقف بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح السنن الکبری میں امام بیہقی رحمہ اللہ کے استعمال کردہ درایتی اصول اور تعریفات کو ان کی تقسیم مثلاً غریب، منکر اور معلل وغیرہ کو بالترتیب درج کر دیا گیا۔

باب چہارم السنن الکبری کی ترتیب و تدوین میں نقد کے عنوان سے قائم کیا گیا ہے جو کہ اس مقالہ کے عنوان سے متعلقہ مرکزی باب ہے اس میں صحابہ اور ان کے احوال پر بحث کی گئی ہے۔مختلف، متشابہ، مبہم اور ضعیف رواۃ کو ذکر کیا گیا ہے۔سند پر نقد کے ساتھ ساتھ متن پر نقد سے متعلقہ ابحاث کو بھی نقل کیا گیا ہے جس میں نقد متن کے معیارات، وسائل اور ترجیح متن کے آلات کا ذکر ہے اسی طرح اس میں السنن کے منہج نقد کے عمومی خصائص کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اس میں منہج نقد کا معنی و مفہوم اور امام بیہقی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین کے نزدیک اس کا دائرہ کار پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔آئمہ کے تقلیدی متابعات کے لانے سے پرہیز اور نقدی عبارات کی درستگی قائلین کی

---

① علوم الحدیث لابن الصلاح : ص 251

طرف سے نسبت کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس سارے نقدی عمل کے دوران کسی موقع پر بھی علمی آدایب کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔

اس مقالے کی بحث کا موضوع چونکہ السنن الکبری ہے اس لیے سب سے زیادہ اعتماد اسی پر ہی کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے مقالہ کے ابواب میں السنن الکبری سے ہی شواہد بکثرت پیش کیے گئے ہیں نیز علوم حدیث کی کتب میں موجود مسائل کے تکرار سے حتی المقدور اجتناب کیا گیا ہے اور مقصد اول یہ بنایا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی سنن اور ان کے منہج سے استفادہ کیا جائے اور اس کے علاوہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی دیگر کتب کو بھی مصادر کے طور پر شامل کیا گیا ہے جن میں معرفۃ السنن والآثار، دلائل النبوۃ سے بھی بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے۔

آخر میں اللہ تعالی کی تعریف و تسبیح کرتی ہوں کہ جس نے میرے اوپر احسان کرتے ہوئے اس مقالے کی تکمیل کی توفیق بخشی۔

میمونہ اسلام

رول نمبر: V-767268

تفصیلی فہرست مضامین

- السنن الکبری
- مختصر السنن الکبری
- المدخل الی السنن الکبری
- المدخل الی دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ
- معالم السنن
- معرفۃ السنن والآثار
- معرفۃ علوم الحدیث
- عقائد
- اثبات عذاب القبر
- الاسماء والصفات
- الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد علی مذہب أہل السنۃ والجماعۃ
- کتاب الایمان
- البعث والنشور
- حیاۃ الانبیاء فی قبورہم
- کتاب الرؤیۃ واثبات الرؤیۃ
- القضاء والقدر
- اصول الفقہ
- ینابیع الاصول
- الفقہ
- الخلافات بین الشافعی وابی حنفیۃ
- القراءۃ خلف الامام
- کتاب الاسری
- المبسوط
- نصوص الشافعی
- اللغۃ
- الرد علی الانتقاد علی الشافعی فی اللغۃ
- الزہد والرقائق
- الترغیب والترہیب
- الزہد الصغیر

- صحابہ اور تابعین کے درمیان فرق کرنا
- السنن الکبری میں اسمائے رواۃ اور ان کی کیفیتوں کے درمیان امتیاز
- السنن الکبری میں مختلف الاسماء راویوں کی نشاندہی
- السنن الکبری میں مشتبہ راویوں کی نشاندہی
- السنن الکبری میں مبہم رواۃ کی نشاندہی
- السنن الکبری میں جرح وتعدیل
- جرح کا لغوی معنی
- عدالت کا لغوی معنی
- تعریف عدل بقول ابن اثیر
- جرح وتعدیل کی اصطلاحی تعریف
- محدثین کے منہج کے تین اساسی اصول ہیں
- اول: السنن الکبری میں راویوں کے مراتب
- پہلا مرتبہ: اہل عدالت
- ثقات
- الف: صحابہ رضی اللہ عنہم
- ب: تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ
- دوسرا مرتبہ: وہ ضعفاء جن کی حدیث اعتبار کے لئے لکھی جاتی ہے
- تیسرا مرتبہ: متروک اور مردود الحدیث راویوں کا
- دوم: السنن الکبری میں جرح وتعدیل کے بارے میں اہم تشبیہات
- عبارات تنقیدیہ کا جرح وتعدیل کے مقامات سے متعلقہ ایک خاص تعلق
- مراتب الجرح والتعدیل
- جرح وتعدیل میں امام بیہقی رحمہ اللہ کے ہاں مراتب رواۃ
- تعدیل سے متعلقہ دونوں مراتب کے مابین تفاوت ہے
- ضعیف رجال کا مرتبہ
- تیسری بات: امام بیہقی رحمہ اللہ کی جداگانہ تنقیدی اصطلاحات
- فیہ نظر
- چہارم: جرح وتعدیل میں منہج اور سنن بیہقی کے خصائص

(۱)

بابِ اول

امام بیہقی رحمہ اللہ کے احوال و آثار

فصل اول　　**امام بیہقی رحمہ اللہ کے حالات زندگی**

فصل دوم　　**امام بیہقی رحمہ اللہ کے تلامذہ اور تصنیفات**

1

فصلِ اوّل

امام بیہقی رحمہ اللہ کے حالات زندگی

امام بیہقی رحمہ اللہ کے احوال وآثار

امام بیہقی رحمہ اللہ کا نام ونسب

آپ کا اسم گرامی ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ خسرو جردی، بیہقی، خراسانی ہے۔[1]

آپ شعبان 384ھ میں خسرو جرد نامی بستی میں پیدا ہوئے جو بیہق (نیشاپور) کے نواح میں واقع ہے۔آپ نے بیہق میں پرورش پائی۔ بیہقی نیشاپور کے نواح کا ایک بہت بڑا علاقہ ہے جو کہ اس وقت علم کا گہوارہ مانا جاتا تھااور علمی شہرت کی وجہ سے ہر جگہ سے شائقین علم یہاں تحصیل علم کی خاطر آتے تھے۔

نیشاپور بھی ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا جہاں علم حدیث کے اساطین موجود تھے خصوصاً عالی اسناد کے اعتبار سے یہ علاقہ مصروف تھا حتیٰ کہ امام سخاوی اسے ''دارالسنۃ والعوالی'' کہتے تھے۔[2]

نیشاپور کی علمی تحریک کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ یہاں بے شمار نابغہ روزگار علماء، فقہاءاور محدثین تیار ہوئے جن کا تذکرہ امام ابو عبداللہ حاکم نے اپنی کتاب ''تاریخ نیشاپور'' میں کیا ہے۔ان علماء کی تعداد 1375 بتائی جاتی ہے۔

تیسری صدی ہجری میں یہاں آنے والے علمائے کرام کی تعداد 1135 ہے جو پانچویں صدی کی نسبت کم ہے جبکہ چوتھی صدی ہجری میں امام ابو عبداللہ حاکم کے شیوخ کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے۔[3]

نیشاپور کا دور اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ اسی طرح جاری ساری رہا۔ یہ مدارس کے قیام میں بغداد سے سبقت لے گیا یہاں 14 سے زائد علمی دانشگاہیں قائم تھیں۔ علمی تحریک کو پھیلانے اور بڑھانے میں مدارس کو بہت بڑی اہمیت حاصل تھی خصوصا علم حدیث میں یہاں بہت زیادہ کام ہوا ہے حتی کہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں نیشاپور کو علم حدیث میں بغداد سے بھی زیادہ اہمیت حاصل

---

① الأنساب لأبی سعد عبدالکریم بن محمد سمعانی:2/ 381، معجم البلدان لیاقوت حموی:1، 2/ 538، 380، اللباب فی تهذیب الأنساب لعلی بن محمد بن ابن الأثیر: 1/ 202، وفیات الاعیان و أنباء الزمان لأبو عباس أحمد بن محمدابن خلکان:1/ 75-76، المختصر فی أخبار البشرلأبوالفداء الملك المويد إسماعيل صاحب حماة:2/ 1132-1135، تذكرة الحفاظ لشمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي:2/ 1132-1135، تصحيح :عبدالرحمن بن يحيىٰ معلمی، دول الاسلام لذهبي :1/ 269، العبر فی خبر من غبر لذهبي:242- 43، تحقيق: صلاح الدين المنجد، فواد سيد، طبقات الحفاظ لجلال الدين سيوطی:433- 434، تحقيق: محمد علی عمر، شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لأبی الفلاح عبدالحی بن أحمد ابن عماد:3/ 304-305

② الإعلان بالتوبيخ لمحمد بن عبد الرحمن سخاوي:ص666، مبطوع ضمن، علم التاریخ عندالمسلمین بیروت 1403ھ

③ سير النبلاء لذهبي :17/ 163

تھی البتہ خراسان کے دیگر شہروں مثلا ہمدان، اصبہان، رے، مرو، بلخ اور قزوین میں علمی سرگرمیاں نیشاپور کی نسبت کافی کم تھیں۔ الارشاد از امام ابو یعلی خلیلیاور، تاریخ قزوین از امام رافعی میں کبار علماء کی کثیر تعداد کا ذکر ملتا ہے جو ان بلاد سے تعلق رکھتے تھے اس سے ان شہروں کی علمی نشاطات کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کا تعلیم وتربیت

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان شہروں میں پرورش پائی جہاں ایک فکری عروج اور بہت وسیع علمی تحریکیں موجود تھیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کو بچپن سے ہی بہترین علمی ماحول میسر آگیا تھا اس بات کی تائید امام بیہقی رحمہ اللہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ:

"میں نے 389ھ میں کتابت حدیث شروع کر دی تھی اور بعض مشرقی اہل علم ابن اعرابی، الصفار، الراز از، الاصم اور ابن اخرم سے بھی ملاقات کر لی تھی۔"[1]

جس وقت امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتابت حدیث کا آغاز کیا اور علماء سے فیض حاصل کرنا شروع کیا اس وقت ان کی عمر بمشکل 15 سال تھی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہتے ہیں:

"وسمع وهو ابن خمس عشرة سنة "[2]

اس دور کی عمومی عادت یہ تھی کہ وہ بچوں کو چھوٹی عمر میں کاتبوں کے سپرد کر دیتے تھے۔ قرأت قرآن اور کتابت میں بچے پختہ ہو جاتے اور اس طرح محدثین وفقہاء کے حلقات کی طرف جانے سے پہلے ہی حفظ حدیث کا شوق ان کے سینوں میں جاگزیں ہو جاتا۔ اس دور میں بھی حلقات حدیث کی مرحلہ وار اس طرح درجہ بندی ہوتی تھی جیسے ہم آج کے دور میں اعدادیہ، ثانویہ اور ابتدائیہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

شاید کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کا یہی وہ لڑکپن کا زمانہ ہے جس میں انہوں نے مستقل مزاجی کے ساتھ شیوخ کی مجالس میں حاضری کا اہتمام شروع کر دیا تھا۔ یہ وہی علمی مرحلہ ہے جس کی طرف امام بیہقی رحمہ اللہ نے خود اشارہ کیا وہ بیان کرتے ہیں:

"میں نے جب سے علم پڑھنا شروع کیا ہے میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو لکھتا ہوں صحابہ جو دین کے روشن مینار تھے ان کے آثار کو جمع کرتا ہوں۔ جس نے بھی ان کو یاد کیا ہوتا ہے اس سے سماعت کرتا ہوں اور احوال رواۃ کا حفاظ حدیث سے تعارف حاصل کرتا ہوں اور اس کی صحت وسقم، مرفوع وموقوف، موصول ومرسل میں تمیز کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"[3]

---

① بيان خطأ من أخطأ علي الشافعي لأحمد بن حسين بيهقي، تحقيق تاليف دعيس، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولي 1402ھ1983م

② سير النبلاء لذهبي :18/ 164

③ معرفة السنن والآثار للبيهقي :1/ 140-141

امام بیہقی رحمہ اللہ کے کلام سے یہ آشکار ہوتا ہے کہ ان کی نشو ونما انتہائی پاکیزہ ماحول میں ہوئی تھی جس سے ان کے اندر یہ شوق پیدا ہوا کہ علم کے مراتب کو پہچانے اور اس بات پر ادراک حاصل کریں کہ سب سے پہلے کن علوم کو اخذ کرنا ہے جس سے مزید اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے لڑکپن میں ہی دفاتر علم کو تھام لیا تھا۔

اس اندازے کو یہ بات مزید تقویت بخشتی ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام ابو عبداللہ سے مرویات کی بھاری تعداد اخذ کی جو تقریباً دس ہزار روایات تک پہنچی ہیں اور امام حاکم سے اخذ روایات کے وقت بمشکل پندرہ یا سولہ برس کے تھے۔

جس سے ہمارے لیے یہ اندازہ لگانا درست ہوگا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ کی زندگی کے آخری پانچ سال میں حدیث کی کثیر تعداد ان سے لے لی تھی۔امام حاکم رحمہ اللہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث تھے اور نیشاپور میں علم حدیث میں ان کا سب سے اونچا مقام تھا یہ اپنے حلقہ درس کے لیے ایسے طلبہ کا انتخاب کرتے جو اعلیٰ درجے کے ذہین، شریف النفس، سماع روایت کے شوقین اور ان سے عالی اسناد کے سننے میں بے چین رہتے تھے ایسے حضرات ان کے پاس پورے عالم اسلام سے آئے ہوتے تھے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ امام بیہقی کو اس صغر سنی میں سماع حدیث کا موقع فراہم کریں اور ان میں یہ اعلیٰ صفات موجود نہ ہوں۔

لازمی ہے کہ ان میں ایسے خاص اسباب موجود ہوں جن پر قناعت کرتے ہوئے امام حاکم رحمہ اللہ نے اس قدر اپنی عنایتوں کے دروازے ان پر کھول دیے اور اپنی پوری توجہات تنہا اس طالب علم پر مرتکز کر دیں یقیناً انہوں نے ان کی اہلیت کو جانچ لیا تھا۔ان کے حسن استعداد، بلند ہمتی، اعلیٰ ذہانت، بہترین ذکاوت کا ان کو اندازہ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اپنی جمیع مرویات اس مختصر مدت میں ان کو سنادی تھیں۔

چھوٹی عمر میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی علمی سرگرمیوں کو بہترین انداز سے مربوط کرنے میں دیگر بہت سارے کبار محدثین وفقہاء کا ہاتھ تھا جس سے ان دنوں نیشاپور بھرا ہوا تھا اسی تربیت نے امام بیہقی رحمہ اللہ میں یہ ہمت بھر دی کہ وہ طلب حدیث کے لیے لمبے لمبے اسفار کریں۔ شیوخ سے علم حاصل کریں اور عالی اسناد کی تحصیل کریں اور متعدد فنون میں مہارت حاصل کریں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی پوری جوانی انہی رحلات علمیہ میں صرف کر دی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دو مرتبہ حج کیا۔ پہلی مرتبہ چھوٹی عمر میں علمی اسفار کے زمانہ میں کیا اور دوسرا حج نیشاپور کے وزیر الکندری کے فتنہ کے بعد کیا۔ یہ فتنہ 441ھ میں شروع ہوا جس میں شیعہ اور معتزلہ متحد سے ہو کر اہلسنت کے خلاف تحریک چلائی تھی۔الکندری نے ان فتنہ پرور لوگوں کی قیادت کی اور کھلے عام منبروں پر امام عشری کو گالیاں نکالنے کا حکم دیا۔فقہائے شافعیہ کو ان کی خدمات سے الگ کر دیا گیا خصوصاً وعظ و نصیحت اور تدریس و خطابت سے دور کر دیا گیا اور یہ فتنہ یہاں تک پہنچ گیا کہ امام الحرمین، امام بیہقی رحمہ اللہ، امام قشیری رحمہ اللہ کو نیشاپور سے نکال دیا گیا۔[1] انہوں نے اکٹھے حجاز کا رخ کیا اور اس سال دوسری مرتبہ فریضہ حج ادا کیا۔[2]

بالآخر یہ فتنہ الکندری کی وفات پر اس کے ساتھ ہی دفن ہو گیا۔الپ ارسلان کی طرف سے کندری کی وزارت پر قبضہ کیا گیا۔ یہ

---

① طبقات الشافعية الكبرى لتاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين سبكي :2/ 389

② طبقات الشافعية الكبرى:2/ 38

نظام الملک کا وزیر تھا۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ کا عقیدہ و فقہی مسلک

امام بیہقی رحمہ اللہ اشعری عقیدہ رکھتے تھے۔ دلائل کے پیش کرنے میں سلف و صالحین کے طریقہ پر تھے۔ کبھی کبھی اجتہادی اور تحقیقی مسائل کے سلسلہ میں اخذ نتائج میں سلف کی مخالفت بھی کرتے نظر آتے ہیں۔(2)

فروع میں امام بیہقی رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک پر تھے ان کا یہ مسلک شاید اپنے شیخ امام حاکم رحمہ اللہ کے زیر اثر تھا۔ کیونکہ وہ اپنے زمانہ کے بلند پایہ شافعی امام تھے انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک طویل عرصہ غور وخوض کے بعد اختیار کیا۔ فرماتے ہیں:

''فوجدت الشافعی أكثرهم إتباعا وأقواهم إحتجاجا وأصحهم قياما''(3)

امام بیہقی رحمہ اللہ کی صفات حمیدہ

امام بیہقی رحمہ اللہ میں علمائے ربانیین کی تمام صفات جمع تھیں۔ زہد عن الدنیا آپ کا شوق، تھوڑے مال پر قناعت آپ کا شیوہ، کثرت عبادت(4)، ورع وتقویٰ(5) اور رجوع الی اللہ(6) مقصد زندگی تھا۔

اسی طرح عام اہل نیشاپور کی طرح آپ سیاسی قائد، حسن تدبیر کے مالک اور ہر ایک شے کو اسی کے موافق صحیح مقام دینے والے تھے۔ (7) ان صفات سے آپ کی اعلیٰ پائے کی دانشمندی، تدبر اور بہترین فکری قوت کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کی اولاد

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شادی کی اور اللہ رب العزت نے آپ کو اولاد کی نعمت سے بھی نوازا تھا جن میں بعض کا ذکر مصادر میں موجود ہے وہ یہ ہیں۔

اسماعیل بن احمد ابو سعید بن احمد، ابو عبداللہ بن احمد ان میں سے اسماعیل بن احمد کے بارے میں مصادر میں نصاً موجود ہے کہ انہوں نے اپنے باپ امام بیہقی رحمہ اللہ سے سماعت کی البتہ ابو عبداللہ اور ابو سعید کے بارے میں عام مصادر خاموش ہیں لیکن امام زبیدی رحمہ اللہ نے امام بیہقی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں ان کا تذکرہ بھی کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نے السنن الکبری کے اس نسخہ پر دیکھا ہے جو

---

(1) طبقات الشافعية الكبرى :2/ 389-393

(2) البيهقي وموقفه من الألهيات لأحمد بن عطيه غامدي:ص331

(3) معرفة السنن والآثار للبيهقي :1/ 140-142

(4) تبين كذب المفتري فيما نسب إلى أبي الحسن الأشعري لأبى القاسم علي بن حسن ابن عساكر :ص266

(5) البداية والنهاية لعماد الدين إسماعيل بن عمر ابن كثير :12/ 64

(6) طبقات الشافعية الكبرى لسبكي :3/ 3

(7) القصد والأمم في التعريف بأصول أنساب العرب والعجم ليوسف بن عبد الله ابن عبد البر:ص31

انہوں نے اپنے باپ سے پڑھا تھا۔[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ کی وفات

امام بیہقی رحمہ اللہ کی بھرپور علمی زندگی جو کہ طلب علم کے سلسلہ میں اسفار، حصول علوم میں محنت اور تعلیم دین اللہ و تصنیف کتب میں صرف ہوئی ہے گزارنے کے بعد نیشاپور میں آخری دنوں میں شدید علیل ہو گئے اور اسی مرض میں فرشتہ اجل نے آپ کے دروزے پر دستک دی۔ آپ نے 10 جمادی الاول 458ھ کو 74 سال کی عمر میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔[2] آپ کو غسل دیا گیا پھر کفن پہنایا اور ایک تابوت میں آپ کا جسد خاکی رکھ کر بیہقی لیجایا گیا جو کہ نیشاپور سے دو دن کی مسافت پر ہے۔[3] جہاں آپ کی تدفین ہوئی رحمه الله ورحمة واسعة ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کے علمی اسفار اور ان کا مقام و مرتبہ

امام بیہقی رحمہ اللہ کی شخصیت کو نکھارنے میں انہیں اس اعلیٰ مرتبہ تک پہنچانے میں دو اشیاء کا خصوصی دخل ہے۔

1. امام بیہقی رحمہ اللہ کو کبار شیوخ اور اعلیٰ درجہ کے نقاد سے شرف تلمذ حاصل ہونا۔
2. امام بیہقی رحمہ اللہ کا اہم مراکز اسلامیہ کے اسفار کرنا۔

مذکورہ دونوں عوامل میں کامیابی کے لئے امام بیہقی رحمہ اللہ کو بہترین مواقع ملے۔

حفاظ حدیث سے ملاقات

امام بیہقی رحمہ اللہ کی پرورش اور نشو ونما نیشاپور جیسے علاقہ میں ہوئی جہاں علم اور علماء کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا جو کہ ایسے شہروں پر مشتمل تھا جہاں پر علوم شرعیہ کے بارے میں خصوصاً اور دیگر علوم کے بارے میں عموماً ایک بہترین فکری ماحول پایا جاتا ہے۔

حصول علم میں امام بیہقی رحمہ اللہ محدثین کے منہج پر چلے سب سے پہلے انہوں نے اپنے شہر کے علماء سے سماع حدیث کیا۔ شہر اور گردونواع حفاظ حدیث سے سماعت کے بعد آپ نے محدثین کی عام عادت کے موافق بلاد اسلامیہ کا سفر کیا۔[4]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے شہر اور دیگر پڑوس شہروں سے اپنے مقصود کو پالیا اور ان احادیث کو جو انہوں نے اخذ کیں۔ اس شہر میں موجود علماء کے ذریعے سے فوائد اخذ کرنا شروع کر دیے اور آپ کے شہر کے حفاظ حدیث علمی وسعت و قوت کے اعتبار سے بہت بڑا مقام رکھتے تھے اسی لیے ان کے پاس شائقین علم دور دراز کے سفر کر کے آتے تھے۔

اس بات کے دلائل میں یہ بھی قابل ذکر ہے:

---

① تاج العروس من جواهر القاموس لمحمد مرتضي بن محمد زبيدي :6/ 301

② معجم البلدان لياقوت حموي :1/ 538

③ سير النبلاء لذهبي :18/ 69

④ علوم الحديث لأبو عمرو عثمان بن عبد الرحمان ابن الصلاح، تحقيق نور الدين عتر :ص246

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے جب رحلہ طلب علم کا عزم کیا تو اپنے شیخ برقانی سے مشورہ کیا کہ وہ سب سے پہلے مصر کی طرف سفر کریں یا نیشاپور کی طرف تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ

"إنك أن خرجت إلى مصر إنما تخرج إلى واحد فاتك رحلتك، وإن خرجت إلى نيسا بور ففيها جماعة ان فاتك واحد أدركت من بقى"

خطیب فرماتے ہیں کہ پھر میں نیشاپور کی طرف عازم سفر ہوا۔ [1]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے 399ھ میں اپنے آبائی شہر خسرو جرد سے سماع حدیث کا آغاز کیا۔ یہاں کبار علماء اور محدثین سے انہوں نے سماعت حدیث کی جیسا کہ انہوں نے 'السنن الکبریٰ' میں ذکر کیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ عموماً اپنی روایات کو مرتب کرتے ہوئے ترتیب دیتے ترتیب دیتے یا کم از کم مکان سماع کا ضرور تذکرہ کرتے ہیں۔

- وہ محدثین جن سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے خسرو جرد میں سماع کیا۔
- ابو نصر عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن قتادہ بشیری، امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان سے بہت زیادہ سماع کیا[2] اور انہی کے طریق سے السنن سعید بن منصور روایت ہے۔
- امام ابو الحسن علی بن عبداللہ بن ابراہیم ہاشمی۔ [3]
- ابو عبداللہ حسین بن عبداللہ بن محمد سدیری بیہقی۔ [4]
- ابو الحسن علی بن أحمد بن عمر حمامی مقری۔ [5]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے خسرو جرد میں دیگر شیوخ سے بھی سماعت فرمائی ہے۔ انہوں نے اپنے نصف شیوخ کے مقام سماعت کا تذکرہ نہیں کیا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کے بارے میں ہمارا ظن غالب یہ ہے کہ ان کی سماعات کا زیادہ تر حصہ نیشاپور سے ہی تعلق رکھتا ہے جو کئی بستیوں اور بے شمار شہروں پر مشتمل تھا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ خسرو جرد میں زیادہ وقت نہیں ٹھہرے انہوں نے وہاں کے شیوخ سے ملنے کے بعد جلد ہی بیہقی کا قصد کیا جو کہ نیشاپور کے نواح میں دو دن کے سفر پر واقع ہے یہاں امام بیہقی رحمہ اللہ نے جلیل القدر علماء اور فضلاء سے احادیث جمع کیں۔ [6]

آپ کو اسی شہر کی زندگی پسند آگئی اور آپ نے اس کے ہر سرد گرم سے واقفیت حاصل کر لی۔ اسی کو اپنا مستقل ٹھکانہ بنا لیا جہاں سے

---

① سير النبلاء لذهبي :18/ 275

② السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 34

③ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :6/ 77

④ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :4/ 316

⑤ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :10/ 294

⑥ معجم البلدان :1/ 537-538

1۔امام بیہقی رحمہ اللہ کے احوال وآثار

آپ کی شہرت ہوئی اور اسی ہی کی طرف منسوب ہوئے۔اس بات کو مزید تقویت اس بات سے مل جاتی ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ سے یہاں کے شیوخ سے سماعت کے علاوہ دیگر ان شیوخ سے سماعت کی بھی صراحت کی ہے جو دیگر بلاد سے یہاں تشریف لائے۔ بیہقی کی یہ اہمیت بلاشبہ اس کو ایک بلند مقام عطا کرتی ہے۔ [1]

وہ علما جن سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیہق میں سماع کیا۔

- ابو منصور ظفر بن محمد بن احمد علوی[2] ان سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے مسند احمد بن حازم الغفاری حاصل کی۔
- وہ علما جو بیہق میں دیگر بلاد سے تشریف لائے۔
- امام ابو بکر محمد بن ابراہیم فارسی[3] ان کے طریق سے بھی امام بیہقی رحمہ اللہ نے کثرت سے روایات ذکر کی ہیں۔[4] خصوصاً امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ البخاری الکبیر میں وہ انہیں کے طریق سے روایت کرتے ہیں۔
- ابو بکر احمد بن ابراہیم بن محمود اصبہانی۔
- امام ابوالحسن علی بن احمد بن محمد البخاری زاہد۔ [5]
- یہ حج کے سفر کے دوران بیہق تشریف لائے تھے۔ [6]
- امام ابوالحسن علی بن محمد باشانی مزکی۔
- امام ابوالفضل عمر بن ابراہیم بن اسماعیل ہروی۔ [7]
- مذکورہ تینوں آخری علماء حج سفر کے دوران بیہق تشریف لائے تھے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کے علمی اسفار

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے علمی رحال پر روانہ ہونے کے لیے صدر مقام کا درجہ بیہق کو دیا۔ان مبارک اسفار کا امام بیہقی رحمہ اللہ کی علمی پختگی میں ایک اہم حصہ ہے اور علوم دینیہ پر اس کا ایک اثر نظر آتا ہے خصوصاً روایات حدیثیہ جو کہ اصول شریعت کا مقام رکھتی ہیں اور انہیں پر ہی اکثر احکام شریعہ کی بنیاد پر ان اسفار کا ایک خاص اثر نمایاں ہوا۔

---

① سير النبلاء لذهبي :18/ 167

② السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 247

③ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :7/ 4

④ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :10/ 240

⑤ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :9/ 261

⑥ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :5/ 339

⑦ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :8/ 341

.1 نیشاپور

نیشاپور عالم اسلام کے عظیم ترین شہروں میں سے ایک تھا جو عالم اسلام میں ممتاز تھا۔ یہ شہر فضلاء کی کان اور علماء کے چشمہ کے طور پر عالم اسلام میں معروف ہے۔[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی علمی زندگی کے ابتداء میں ہی نیشاپور تشریف لے گئے۔ یہ پانچویں ہجری کے شروع کے ایام ہیں جس کی تائید اس بات سے مزید واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے امام حاکم رحمہ اللہ سے بھی سماعت حدیث کا شرف حاصل کیا جو کہ 405ھ میں تقریباً اسی سال کی عمر میں وفات پاگئے تھے۔[2]

آپ نے ان سے دس ہزار احادیث اخذ کیں اور ان کا بڑا حصہ بالمشافہ سنا بلکہ بعض روایات تو کئی مرتبہ تکرار کے ساتھ سماعت فرمائیں۔ یہ چیز آپ کے طویل قیام اور شیخ سے دائمہ ملازمت کا تقاضا کرتی ہے۔ شیخ حاکم کی عمر کے آخری حصہ میں جس میں شائقین علوم کا کبار محدثین کے پاس عالی اسناد کے حصول کے لیے اژدحام رہتا تھا۔ جس سے یہ اندازہ کرنا آسان ہے کہ شیخ کی تدریسی سرگرمیاں کس قدر زیادہ ہوں گی۔ ان حالات میں اس قدر زیادہ احادیث کا سماع یقیناً ایک لمبے وقت کا متقاضی ہے جو کہ کئی سالوں پر مشتمل ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ کی مسموعات کا ایک کثیر حصہ اپنی کتاب 'السنن الکبری' میں جمع کر دیا ہے جن کی تعداد ان روایات 84910 بنتی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ سے دیگر کئی کتب کا سماع فرمایا۔

نیشاپور میں جن شیوخ سے سماع کیا۔

- امام ابوسعید یحییٰ بن محمد بن یحییٰ مہرجانی۔[3]
- امام ابو سہل بن نصرویہ مروزی۔[4]
- امام ابو محمد عبداللہ بن یوسف اصبہانی۔[5]
- امام ابو علی حسین بن محمد بن محمد روذباری[6] ان سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے طوس اور خراسان میں سماعت کی سعادت حاصل کی۔[7]

---

① معجم البلدان لیاقوت حموي :5/ 331

② سیر النبلاء لذهبي :17/ 163

③ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :1/ 430

④ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :4/ 321

⑤ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :4/ 32

⑥ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :1/ 165

⑦ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :5/ 247

- امام ابو بکر احمد بن حسن مقری قاضی۔ [1]
- امام ابوالحسن علی بن حسین بن علی بیہقی۔ یہ المدرسۃ العلمیۃ نیشاپور کے متہم تھے۔[2]
- ابوالحسین علی بن محمد بن علی اسفرایینی۔ [3]
- امام أبو سعید خلیل بن احمد بن محمد بستی قاضی۔ ان سے ملاقات ان کی نیشاپور آمد کے وقت ہوئی۔ [4]
- امام ابو سہل محمد بن احمد مروزی۔ [5]
- امام ابوزکریا یحییٰ بن ابراہیم۔[6] یہ بھی ان شیوخ میں شامل ہیں جن سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے کثیر فائدہ اٹھایا۔

2. أستراباذ

آپ یہاں طلب علم کے لیے تشریف لائے اور امام احمد بن حسین بن علی بن محمد استرباذی سے سماع فرمایا۔ [7]

3. اسدآباد

آپ ہمدان کے علاقہ اسدآباد میں بھی تشریف لے گئے اور امام احمد حسین بن علوسہ اسدی سے بھی سماع فرمایا [8] آپ کی اسناد عالی تھیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان کے واسطہ سے 'السنن الکبری' میں بعض سباعیات بھی بیان کی ہیں۔ [9]

4. اسفرایین

اسفرایین بھی ان بلدان میں سے ہے جہاں جا کر امام بیہقی رحمہ اللہ نے بڑے بڑے نابغہ روزگار علماء سے استفادہ فرمایا۔ یہاں بڑے بڑے اساطین علم پیدا ہوئے ہیں۔

یہاں امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام ابو حامد أحمد بن علی بن احمد رازی حافظ اسفرایینی سے کافی استفادہ کیا۔[10] ان کے علاوہ درج ذیل

---

① السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :3/ 234

② السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :7/ 257

③ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :3/ 40

④ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :4/ 42

⑤ دلائل النبوة للبیهقي :5/ 416

⑥ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :5/ 325

⑦ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :7/ 6

⑧ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :1/ 381

⑩ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :1/ 80

⑩ السنن الکبری لأحمد بن حسین البیهقي :10/ 66-67-68

شیوخ سے بھی استفادہ فرمایا۔

- امام ابو حامد احمد بن ابی خلف صوفی اسفرایینی۔ (1)
- امام ابو الحسن علی بن محمد بن علی مقری اسفرایینی۔(2) ان سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الاعتقاد اور معرفۃ السنن والآثار کا سماع کیا۔ (3)
- امام ابو الحسن علاء بن محمد بن ابی سعد۔ (4)
- امام ابو الحسن محمد بن محمد بن حم اسفرایینی۔ (5)
- امام ابو الحسن محمد بن اَبی معروف فقیہ اسفرایینی۔ (6)
- امام ابو سعید شریک بن عبد الملک بن حسن اسفرایینی۔ (7)

5. خراسان

آپ خراسان تشریف لے گئے اور وہاں امام ابو علی حسین بن محمد بن روذ باری سے سماع حدیث کیا۔ (8)

6. دامغان

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دامغان میں امام ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن فنجویہ دینوری سے سماع حدیث کیا۔ (9)

7. طابران

طابران میں امام بیہقی نے امام ابو نصر محمد بن احمد بن اسماعیل بزار طوسی طابرانی۔(10) انہوں نے کتاب الاعتقاد میں یہ صراحت کی

---

① السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 4
② السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 439
③ معرفة السنن والآثار للبيهقي :1/ 153
④ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 290
⑤ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :5/ 285
⑥ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :3/ 305
⑦ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :8/ 265
⑧ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :6/ 9
⑨ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :5/ 62
⑩ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 16-99

ہے کہ میں نے طابران میں ان سے سماع کیا۔ [1]

- امام ابوالحسن محمد بن یعقوب فقیہ ۔ [2]

8. طوس

طوس میں ان کے شیخ امام ابو علی حسین بن محمد بن محمد اروز باری تھے۔ [3]

9. قرمسین

قرمسین میں آپ نے ابو جعفر محمد بن احمد بن جعفر قرمسیی سے سماع کیا۔ [4]

10. مہرجان

آپ نے یہاں کئی ایک محدثین سے سماع فرمایا:

- امام ابوالحسن علی بن محمد بن علی المقری مہرجانی۔ [5]
- امام ابوالحسن علاء بن محمد بن ابی سعید اسفرایینی مہرجانی۔ [6] ان سے آپ نے اسفرایین میں ملاقات کی اور یہاں بھی سماع فرمایا۔ [7]
- امام ابوالحسن محمد بن ابی معروف فقیہ مہرجانی۔ [8]
- امام ابوسعید شریک بن عبدالملک بن حسن مہرجانی۔ [9]

11. نوقان

امام بیہقی رحمہ اللہ یہاں تشریف لائے اور امام ابو بکر محمد بن احمد بن عبداللہ نوقانی سے سماع حدیث کیا۔ [10]

---

① الإعتقاد والهداية إلي سبيل الرشاد للبيهقي :ص237
② السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 84
③ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :5/ 247
④ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :8/ 223
⑤ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 288
⑥ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 450
⑦ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :3/ 81
⑧ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 159
⑨ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 90
⑩ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 305

12. ہمذان

اس شہر میں علمی تحریک عروج پر تھی۔ جس سے بیہقی نے بہت زیادہ استفادہ کیا یہاں آپ نے درج ذیل شخصیات سے سماع فرمایا۔

- امام ابو سعید عبد الرحمن بن محمد بن شبابہ شاہد[1] آپ نے ان سے "کتاب اثبات عذاب القبر" کا ہمذان میں سماع کیا۔[2]
- ابو طاہر حسین بن علی بن حسن ہمذانی۔[3]
- ابو محمد جعفر بن محمد بن حسین ابہری صوفی۔[4]
- امام ابو منصور محمد بن عیسیٰ ہمذانی۔[5]
- امام ابو العباس احمد بن ابراہیم بن جانجان۔ آپ نے دلائل النبوۃ میں ان سے سماعت کی نص بیان کی ہے۔[6]

امام بیہقی رحمہ اللہ کا نیشاپور کا سفر بہت زیادہ اہم تھا۔ کیونکہ یہاں امام حاکم رحمہ اللہ، ابو علی، ابو زکریا مزکی، ابو احمد اصبہانی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔

13. بغداد

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے کامیاب پہلے علمی سفر کے بعد دوسرے سفر کا ارادہ فرمایا۔ اس سفر میں آپ کا اہم ترین علمی مرکز بغداد تھا۔ دنیا کا بڑا شہر تھا جس کا اندازہ خطیب بغدادی کی کتاب تاریخ بغداد سے کیا جا سکتا ہے۔[7]

بغداد کی یہ بھی خوبی ہے کہ یہ علم حدیث کا بہت بڑا مرکز ہونے کے علاوہ دیگر علوم سے بھی مالا مال تھا۔ یہاں مکاتب علمیہ کی کثرت تھی اور بے شمار علمی مدارس حدیث، فقہ، علوم القرآن کے لیے مخصوص تھے۔ بغداد میں کافی تعداد میں مساجد تھیں جہاں پر علمی حلقات قائم تھے۔[8]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بغداد میں محدثین کی کثیر تعداد سے سماع فرمایا جو بغداد میں علمی تحریک برپا کئے ہوئے تھے جن میں حافظ ابی

---

① السنن الکبریٰ لأحمد بن حسين البيهقي :6/ 205

② إثبات عذاب القبر للبيهقي :ص59

③ السنن الکبریٰ لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 7

④ السنن الکبریٰ لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 13

⑤ السنن الکبریٰ لأحمد بن حسين البيهقي :10/ 234

⑥ دلائل النبوة للبيهقي :7/ 265

⑦ موارد الخطيب في تاريخ بغداد لأكرم ضياء عمري :ص21-23

⑧ موارد الخطيب في تاريخ بغداد لأكرم ضياء عمري :ص22

الحسین علی بن محمد بن عبداللہ بشران بھی شامل ہیں۔ بغداد میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے سب سے زیادہ ان سے تعلق رکھا[1] اور ان کے علم سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ صرف 'السنن الکبریٰ' میں ان سے روایت کردہ احادیث کی تعداد 1167 ہے اس کے علاوہ علی بن مدینی بعض تصنیفات ان کے طریق سے روایت کی ہیں۔ [2]

وہ شیوخ جن سے آپ نے بغداد میں فائدہ اٹھایا۔

- امام ابی الحسین محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان ان سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے کافی فائدہ اٹھایا۔[3] 'السنن الکبریٰ' میں ان سے روایت کردہ احادیث کی تعداد 647 تک پہنچتی ہے۔
- امام ابی محمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالجبار سکری۔[4] اس سے آپ نے کافی احادیث روایت کی ہیں۔
- امام ابو بکر احمد بن محمد خوارزمی۔ [5]
- امام ابی الحسن علی بن احمد بن عمر حمامی مقری۔ [6]
- امام اَبی الحسن علی بن احمد بن محمد [7]۔
- امام ابی الحسن علی بن عبداللہ بن ابراہیم ہاشمی۔ [8]
- امام ابی الحسن علی بن محمد بن مقری مہرجانی۔ [9]
- امام اَبی الحسن محمد بن احمد بن حسن بزار۔ [10]
- امام اَبی عبداللہ حسین بن حسن محمد غضائری۔ [11]
- امام اَبی عبداللہ محمد بن احمد بن اَبی طاہر دقاق بغدادی۔ [1]

---

① السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 248،246

② السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :10/ 167

③ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 37،17،4

④ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 9

⑤ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 311

⑥ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 382،168،48

⑦ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 16

⑧ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 82

⑨ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 196،195،165

⑩ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 209،19

⑪ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :6/ 105

- امام أبي علی حسن بن احمد بن ابراہیم بن شاذان۔ [2]
- امام أبي الفتح ھلال بن محمد بن جعفر حفار۔ [3]
- امام أبي الفتح محمد بن أحمد بن أبي فوارس۔ [4]
- امام أبي محمد جناح بن نذیر بن جناح محاربی قاضی۔ [5]

مذکورہ فہرست میں ان علماء کا ذکر ہے جن کا امام بیہقی رحمہ اللہ نے صراحتاً تذکرہ کیا ہے کہ ان سے بغداد میں سماع کیا ہے۔ جس سے ان علماء کی اور بغداد کی علمی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بغداد کے سفر نے امام بیہقی رحمہ اللہ میں یہ شوق پیدا کر دیا کہ وہ اس کے قریب جو دیگر علمی مراکز ہیں۔ان میں بھی جائیں اور اپنی علمی پیاس بجھائیں لہٰذا انہوں نے درج ذیل شہروں کی طرف سفر کیا۔

کوفہ

کوفہ میں بھی آپ کی کبار محدثین سے ملاقات ہوئی جن میں درج ذیل اصحاب علم شامل ہیں۔

- امام ابی الحسین محمد بن علی بن خشیش تمیمی مقری کوفی۔ [6]
- امام أبي القاسم زید بن جعفر بن ہاشم علوی۔ [7]
- امام أبي القاسم عبد الواحد بن محمد بن البخار مقری۔ [8]
- امام أبي القاسم مجالد بن عبد اللہ بن مجالد بجلی۔ [9]
- امام أبي محمد جناح بن نذیر بن جناح محاربی قاضی۔ [10]
- امام أبي منصور محمد بن عبد اللہ بن نوح۔ [11]

---

① السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :6/ 90
② السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :6/ 411
③ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :6/ 35-38
④ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :6/ 61
⑤ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 35-35
⑥ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 57
⑦ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :4/ 77
⑧ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 25،86،312
⑨ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :7/ 351
⑩ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 219
⑪ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :2/ 209

- امام أبی الطیب احمد بن علی بن محمد جعفری۔ (1)

شط الفرات

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے شط الفرات کے راستے میں امام ابو عثمان سعید بن عباس بن محمد قرشی سے سماع کیا۔ (2)

رئے

یہاں امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام ابو سعید یحیٰی بن احمد بن علی صانع سے سماع کیا۔ (3)

مکہ مکرمہ

پھر آپ نے حجاز کی طرف فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سفر کیا اور اس فرصت کو غنیمت جانا کہ یہاں ہر موسم میں حفاظ حدیث اور مشہور علمائے کرام کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سارے محدثین کرام ایسے بھی تھے جو مستقل یہاں مقیم تھے تو امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس سفر میں کثیر علماء سے سماع فرمایا۔

وہ محدثین جن سے مکہ میں سماع فرمایا درج ذیل ہیں:

- امام ابو الحسن علی بن حسن بن علی۔ (4)
- امام ابو العباس محمد بن علی بن حسن کسائی۔ (5) ان سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے مسجد الحرام میں سماع کیا۔
- امام ابو اسامہ محمد بن أحمد بن محمد مقری۔ (6)
- امام ابو بکر محمد بن أبی سعید بن سخنویہ السفراینی۔ (7)
- امام ابو عبد اللہ محمد بن فضل بن لطیف مصری۔ (8)
- امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن مهتدی باللہ عبسی۔ (9)

---

① إثبات عذاب القبر للبيهقي :ص66

② السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :3/ 364

③ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 80

④ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :4/ 274

⑤ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :3/ 206

⑥ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :1/ 457

⑦ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :4/ 6

⑧ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :5/ 197

⑨ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :3/ 235

- امام ابو محمد الحسن بن أحمد بن ابراہیم بن فراس مالکی۔ (1)
- امام أبوالعباس احمد بن علی براز مصری۔ (2)
- امام أبو سعید احمد بن محمد بن زیاد بصری۔ (3)
- امام علی بن محمد بن بندار قزوینی۔ (4)

المدینۃ المنورۃ

اسی سفر حج میں امام بیہقی رحمہ اللہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور یہاں مسجد نبوی میں امام ابو عثمان سعید بن عباس بن محمد قرشی سے سماع فرمایا۔ (5)

اسی طرح آپ نے امام ابی عبداللہ احمد بن محمد بن مہتدی باللہ عبسی سے بھی یہاں سماع فرمایا۔ (6)

یہ وہ شہر ہیں جن کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتب میں ان کی طرف سفر کرنے کی تصریح فرمائی ہے اور ان کبار حفاظ حدیث سے سماع فرمایا۔

بیہق کی طرف رجوع اور مستقل قیام

امام بیہقی رحمہ اللہ اس متعدد علمی رحال کے بعد دوبارہ اپنے شہر بیہق تشریف لے آئے اور یہاں تصنیف وتالیف کا کام شروع کر دیا۔ یہ پانچویں صدی ہجری کی چوتھی دہائی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے کے سال امام بیہقی رحمہ اللہ نے تحصیل علم میں صرف کئے تھے۔ پانچویں صدی کی چوتھی دہائی میں اللہ رب العزت نے آپ کو بلند مرتبہ عطا فرمادیا تھا اور آپ کا شمار چند کبار حفاظ اور مشہور علما میں ہوتا تھا اور اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے استاد ابو محمد الجوینی (ت438ھ) نے ایک کتاب کی تالیف شروع کی جس کا نام المحیط رکھا جس میں انہوں نے کسی مذہب کی قید کے بغیر اتباع حدیث پر زور دیا جب اس کے تین اجزا مکمل کر لیے تو انہوں نے اس کتاب میں موجود احادیث میں کئی اوہام پائے اور اس پر تنقیدی رسالہ لکھا اور اس میں انہوں نے کہا:

"علم الشيخ اشتغالى بالحديث واجتهادي فى طلبه"

امام جوینی رحمہ اللہ نے یہ دیکھ کر ان کے رسوخ فی العلم پر اطمینان کا اظہار کیا اور ان کی علمی تمکنت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد امام جوینی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تکمیل کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور امام بیہقی رحمہ اللہ کے رسالہ کے بارے میں فرمایا:

---

① السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :3/ 60-65
② السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :10/ 98
③ إثبات عذاب القبر للبيهقي :ص74
④ الزاهد الكبير للبيهقي :رقم148
⑤ السنن الكبرى لأحمد بن حسين البيهقي :3/ 42
⑥ مقدمة كتاب السنن والآثار لسيد صقر :1/ 1

هذه بركة العلم وأكثر الدعاء له[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ کے اس رسالہ سے جو انہوں نے اپنے استاد امام جوینی رحمہ اللہ کی طرف بھیجا تھا۔اس کی قدر و منزلت واضح ہو گئی جس نے امام بیہقی رحمہ اللہ کو کبار شیوخ میں شامل کر دیا اسی طرح جب آپ نے 432ھ میں اپنی کتاب ''السنن الکبریٰ'' کی تکمیل فرمائی[2] تو اس کی وجہ سے بھی آپ نے بہت زیادہ علمی شہرت حاصل کی۔اپنی علمی زندگی کے اس مرحلہ پر آکر امام بیہقی رحمہ اللہ نے دیگر کئی علوم مثلاً علوم الحدیث، فقہ، علل الحدیث اور الجمع بین الاحادیث جیسی کتب لکھی۔ [3]

جب آئمہ عصر کو ان کی تصانیف کی اہمیت کا اندازہ ہوا تو ان کو بیہق سے نیشاپور منتقل ہونے کا مشورہ دیا تاکہ ان کی کتب کا سماع کیا جائے۔امام بیہقی رحمہ اللہ ان کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے نیشاپور تشریف لے گئے۔وہاں آپ سے سماع کے لیے ایک مجلس کا انعقاد ہوا جہاں آپ نے اپنی کتاب ''معرفۃ السنن والآثار'' کا درس دیا آپ کی مجلس میں کئی آئمہ شریک ہوئے۔ [4]

امام بیہقی رحمہ اللہ کی توثیق میں آئمہ کے اقوال اور علمی مقام

امام بیہقی رحمہ اللہ کو اللہ رب العزت نے اپنی وفات سے بیس برس قبل ہی بہت بڑا علمی مقام عطا کر دیا تھا۔آپ کو امام المحدثین اور رئیس الحفاظ شمار کیا جاتا تھا۔

''وأحد زمانه فی الحفظ، وفرد أقرانه فی الإتقان والضبط''[5]

''آپ اپنے زمانے میں حفظ میں یکتا اور اپنے معاصرین میں حفظ و اتقان میں منفرد تھے۔''

ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وہ وزیر الکندری کے فتنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس وقت امام بیہقی رحمہ اللہ بیہق میں تھے جب آپ تک خبر پہنچی تو آپ پر بہت گراں گزرا۔آپ اپنے زمانہ کے محدث اور اپنے وقت کے شیخ تھے۔ [6]

امام ابو المعالی الجوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مامن فقيه شافعی إلا وللشافعی عليه منة، إلا أبابكر البيهقي فإن المنة له على الشافعی لتصانيفة فی نصرة منهبه ''[7]

---

① طبقات الشافعية للكبرى :4/ 77

② السنن الكبرى للبيهقي :1/ 2

③ سير النبلاء لذهبي :18/ 167

④ سير النبلاء لذهبي :18/ 167

⑤ سير النبلاء لذهبي :18/ 167

⑥ طبقات الشافعية الكبرى لسبكي:2/ 395

⑦ تبيين كذب المفتري لإبن عساكر :ص266

1۔امام بیہقی رحمہ اللہ کے احوال و آثار

"کوئی بھی شافعی فقیہ نہیں ہے جس پر امام شافعی رحمہ اللہ کے احسانات ہیں سوائے ابو بکر بیہقی کے ان کے امام شافعی رحمہ اللہ پر احسانات ہیں کہ انہوں نے اپنی تصانیف کے ذریعے ان کے مذہب کی مدد کی۔"

امام ذہب رحمہ اللہ، امام جوینی رحمہ اللہ کے اس مقالہ کے بعد فرماتے ہیں:

"ولو شاء البيهقي أن يعمل لنفسه مذهبا يجتهد فيه لكان قادرا على ذلك، لسعة علومه، ومعرفته بالإختلاف "[1]

"اگر امام بیہقی رحمہ اللہ چاہتے تو خود وسعتی اور اطلاع اختلاف کی بنیاد پر اپنا ایک اجتہادی مذہب بنانے پر قادر تھے۔"

بہر حال امام بیہقی رحمہ اللہ ایک عالم با عمل، علوم شرعیہ کے ماہر اور وسیع اطلاع شخصیت تھے۔ آپ نے اپنی عمر کا نصف حصہ حصول علم پر باقی حصہ تصنیف و تالیف اور تدریس میں صرف کیا۔ عوام الناس اور علماء کے لیے پچاس کے قریب جلیل القدر تصنیفات رقم فرمائیں۔

---

① سیر النبلاء لذھبي :18/ 169

2

فصلِ دوم

امام بیہقی رحمہ اللہ کے تلامذہ اور تصنیفات

امام بیہقی رحمہ اللہ کے تلامذہ اور تصنیفات

امام بیہقی رحمہ اللہ کے بعد ان کے علمی مقام، بے شمار علوم میں مہارت، وسعت علمی اور ان کے رسوخ فی العلم کی شہادت دینے والی بہت ساری اشیاء ہیں مثلاً ان کا بہت سارا علمی لٹریچر اور تلامذہ کی کثرت، علمی اور ثقافتی سرگرمیاں ہیں لیکن ان سب کا رخ دو چیزوں پر ہے۔

1. تلامذہ
2. تالیفات (تصنیفات)

ان کے گہرے اور تفصیلی اثرات ذیل میں ہیں:

امام بیہقی رحمہ اللہ کے تلامذہ

یہ بات مسلم ہے کہ کامیاب افراد تیار کرنا کسی طرح بھی تصنیف و تالیف سے اہمیت میں کم نہیں ہے بلکہ تلامذہ ہی کسی شیخ کی علمی شخصیت کے اجاگر کرنے کا سبب بنتے ہیں خصوصاً وہ دور کہ جس میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے علمی کارنامے انجام دیے۔ اس میں تو علماء کی تصنیفات رواج ہی اس طرح پاتی تھی کہ باقاعدہ ان کے سماع کے حلقہ قائم ہوں۔ جس قدر سماع کتب میں تلامذہ زیادہ ہوتے تھے۔ اس قدر ان مؤلفات کی تشہیر زیادہ ہوتی تھی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد میں یگانہ دسترس رکھنے کی وجہ سے اس وقت کے طلباء دین کے اسفار کی منزل ہوا کرتے تھے تاکہ ان سے سماع کیا جائے اور ان کی لقاء سے بہرہ مند ہوا جائے یقیناً امام بیہقی رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے محدث اعظم، شیخ السنۃ اور حفظ و اتقان میں یکتا تھے۔ [1]

اللہ رب العزت نے امام بیہقی رحمہ اللہ کو لمبی عمر سے سرفراز فرمایا تھا اس لیے ان کو بہت سے اہل علم تیار کرنے کا موقع میسر رہا ہے۔ آپ سے علم حدیث میں علماء کے ایک جم غفیر نے فراغت حاصل کی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے تقریباً ربع صدی بیہق میں بیٹھ کر علم کی روشنی کو پھیلایا ہے اور بے شمار تلامذہ نے آپ سے یہاں آکر علمی پیاس کو بجھایا ہے بعد ازاں آپ کو یہ درخواست کی گئی کہ آپ نیشاپور تشریف لے آئیں جسے آپ نے قبول فرمایا اور بے شمار آئمہ وقت کو ''معرفۃ السنن والآثار'' کا درس دیا۔ [2]

آپ نے اپنی وفات تک علم حدیث کا درس دیا اسی لیے آپ کی زندگی کے آخری سال میں بھی کئی ایک تلامذہ نے سماع حدیث کیا

---

① طبقات الشافعية للكبرى لسبكي :2/ 395

② تبين كذب المفرتي لإبن عساكر :ص266

جن میں امام ابو بکر بحری جیسے محدثین شامل ہیں۔[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ کے تلامذہ کی تفصیلی فہرست

1. امام ابو علی اسماعیل بن احمد بن حسین خسروجرد شافعی

یہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے صاحبزادے ہیں۔ علم و فضل کے منبع اور حسن سیرت سے متصف تھے۔ خوش بیاں واعظ اور قوی حافظہ کے مالک تھے۔[2]

فقہ، شیخ القضاۃ، درس و تدریس میں پیشہ ورانہ مہارت رکھنے والے، دین و مذہب کے جلیل القدر عالم و عارف تھے۔[3] آپ شہر بلخ میں سکونت پذیر ہوئے اور وہاں کے باسیوں نے آپ سے بیش بہا علمی استفادہ کیا۔[4]

2. امام ابو نصر عبد الرحیم بن عبد الکریم بن ہوازن قشیری نیشاپوری

آپ کے والد گرامی نے آپ کو بچپن میں ہی میدان علم کا شہسوار بننے کی ترغیب و تحریص دلائی اور آپ کی تعلیم و تربیت کرتے رہے۔ آپ کا علمائے تفسیر و نحو اور متکلمین میں شمار کیا جاتا ہے۔[5]

آپ نے امام بیہقی رحمہ اللہ سے سماع و استفادہ کیا اور وعظ و تعلیم کے لیے بغداد اور نیشاپور کی طرف رخت سفر باندھا۔ آپ نے 514ھ میں رحلت فرمائی۔[6]

3. امام أبو عبد اللہ محمد بن فضل بن أحمد فراوی نیشاپوری شافعی

آپ گلستان فقہاء و مفتیان کا ایک پھول تھے اور آپ کو فقیہ حرم اور مستند خراسان کے القاب سے پکارا جاتا تھا۔[7] آپ نے بغداد اور مختلف بلاد میں علمی مجالس کا انعقاد کیا اور حرمین شریفین تک آپ کا علمی شہرہ تھا۔

آپ نے امام بیہقی رحمہ اللہ سے سماع کی اور انہی سے وابستہ رہے لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے آپ کی متعدد کتب سے روایت کی مثلاً اسماء و صفات، دلائل النبوۃ، الدعوات الکبیر، البعث وغیرہ۔ آپ ان کو روایت کرنے میں منفرد ہیں۔[8]

---

① سير النبلاء لذهبي :2/ 156

② التحبير في معجم الكبير لأبو سعد عبد الكريم بن محمد سمعاني :1/ 83

③ سير النبلاء لذهبي :19/ 313-314

④ سير النبلاء لذهبي :19/ 314

⑤ سير النبلاء لذهبي :19/ 424

⑥ سير النبلاء لذهبي :19/ 426

⑦ سير النبلاء لذهبي :19/ 215

⑧ سير النبلاء لذهبي :19/ 616

آپ نے 530ھ میں وفات پائی اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے جوار میں مدفون ہوئے۔آپ نے ہزار سے زائد علمی مجالس کا اہتمام فرمایا اور علو اسناد میں بھی منفرد تھے۔[1]

4. امام أبو المظفر عبد المنعم بن عبد الكريم بن ہوازن قشیری

آپ 445ھ میں پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی امام بیہقی رحمہ اللہ سے سماع اور علمی استفادہ کیا۔ معمر اور معتمد شیوخ میں آپ کا شمار کیا جاتا تھا۔آپ ہر دم علم وعبادت میں مشغول رہتے تھے۔آپ کے علمی فوائد کو دس جلدوں میں مرتب کیا گیا ہے۔[2]

آپ حسن معاشرت سے متصف، ظرافت طبع کے مالک اور حلم وکرم سے مزین تھے۔

5. امام ابو الحسن عبید اللہ بن محمد بن احمد بیہقی

آپ امام بیہقی رحمہ اللہ کے پوتے ہیں۔449ھ میں پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں اپنے دادا امام بیہقی رحمہ اللہ سے سماع کیا بعد میں آپ کا نام بھی جلیل القدر شیوخ میں مرقوم ہوا۔ابو الفتح مندائی نے آپ سے آپ کے جد امجد کی کتاب ''الأسماء والصفات'' کا سماع کیا۔

آپ 523ھ کو بغداد کی سرزمین میں خالق حقیقی سے جا ملے۔[3]

6. امام ابو القاسم تمیم بن أبی سعید بن ابی العباس جرجانی

آپ کی ولادت 540ھ کے بعد ہوئی اور امام بیہقی رحمہ اللہ سے ''معجم الحاکم'' کا سماع کیا۔[4] آپ ثقہ اور صالح انسان تھے۔ بچوں کو تعلیم وتادیب کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔آپ سے ابن عساکر رحمہ اللہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور آپ کا آخری زمانہ 530ھ تھا۔[5]

7. أبو بكر عبد الرحمن بن عبد الله بن عبد الرحمن بحیری نیشاپوری

امام بیہقی رحمہ اللہ کی وفات سے قبل آپ نے سماع کیا۔453ھ میں ولادت ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کرلی تھی۔[6]

8. أبو نصر علی بن مسعود بن محمد شجاعی نیشاپوری

---

① طبقات الشافعية للكبرى :6/ 129

② سير النبلاء لذهبي :19/ 624

③ سير النبلاء لذهبي :19/ 305

④ التحبير لسمعاني :1/ 145

⑤ سير النبلاء لذهبي :20/ 22

⑥ سير النبلاء لذهبي :20/ 156

آپ نے امام بیہقی رحمہ اللہ سے ''رسالۃ الی ابی محمد الجوینی''کا سماع کیا۔[1]

9. أبوالفتح ناصر بن محمد بن عبداللہ عیاضی

امام بیہقی رحمہ اللہ سے مناقب الشافعی کا سماع کیا اور آپ سے ابو سعد سمعانی سے روایت کیا ہے۔[2]

10. أبو محمد ہبۃ اللہ بن سہل بن عمر سیدی

آپ نے بھی امام بیہقی رحمہ اللہ سے کتاب 'مناقب الشافعی 'کا سماع کیا۔ آپ سے ابو سعد سمعانی نے اس کا درس لیا۔[3]

مصنفاتِ امام بیہقی رحمہ اللہ

امام بیہقی رحمہ اللہ کے اجتہاد کا ثمر،ان کے عزم و ہمت اور آئمہ و مشائخ سے استفادہ کے شوق ور غبت کی دلیل ہے۔انھوں نے جلیل القدر محدثین سے لقاء اور ان کی مجالس علمیہ کا باقاعدہ اہتمام فرمایا تاکہ جمیع علوم و فنون کو اپنے ذہن و قلب میں سمو سکیں اور ان کی متبحر علمی کا ان کی مصنفات سے جھلکتی ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ بہترین اور کثیر مصنفات کے مالک ہیں ''[4]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آپ نے اپنی مصنفات میں ایسی اشیاء کا احاطہ فرمایا کہ جو اس سے قبل کسی کتاب میں مذکور نہ تھیں مثال کے طور پر 'السنن الکبریٰ' اور اس کے علاوہ بھی بہت سی چھوٹی موٹی تصانیف ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔[5]

امام ذہبی رحمہ اللہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''امام بیہقی رحمہ اللہ کی تصانیف بلند پایہ عظمت کی حامل اور کثیر فوائد سے بھری ہوئی ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ جنہوں نے آپ جیسی کوئی کتاب تالیف کی ہو۔ چنانچہ علماء کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان سے استفادہ کریں۔[6]

ہر علم کے درس و تدریس میں ایک خلا واقع رہتا ہے جو امام بیہقی رحمہ اللہ کی مصنفات سے ہی پر ہوتا ہے کیونکہ آپ کی مصنفات اور آثار علوم کی جملہ انواع کو شامل ہیں البتہ علم حدیث غالب طور پر دکھائی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے حدیث کے میدان میں زیادہ شہرت

---

① التحبير لسمعاني :1/ 591-592

② التحبير لسمعاني :2/ 356-360

③ التحبير لسمعاني :2/ 364-365

④ المنتظم من تاريخ الملوك والأمم :8/ 242

⑤ البداية والنهاية لإبن كثير :12/ 94

⑥ سير النبلاء لذهبي :18/ 167

حاصل کی ہے اور اس کے لیے آپ نے عراق، حجاز، خراسان اور دیگر بہت سے دور دراز کے علاقوں کی طرف رخت سفر باندھا۔[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ کی تالیفات اس اعتبار سے دیگر سے امتیازی حیثیت رکھتی ہیں کہ ان میں حدیث و فقہ کا علم، علل الحدیث کا بیان اور جمع بین الاحادیث کی وجوہات خاص طور پر ذکر کی گئی ہیں۔[2]

آپ کی تصانیف سے آپ کے ہم عصر اور بعد میں آنے والے علماء سبھی نے استفادہ کیا ہے مشرق و مغرب کے بہت سے مسلمانوں نے ان سے اپنی علمی پیاس بجھائی ہے۔تدریس و تعلیم اور علمی امور میں انہی کو مرجع و مصدر سمجھا جاتا ہے اسی طرح بہت سے علماء نے ان کی تخاریج اور اختصار و تلخصیات کا بھی کام کیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی علمی زندگی کے ابتدائی دور میں ہی تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا اور آپ کا اول تصنیفی عہد 406ھ ہے[3] یعنی آپ کے شیخ امام حاکم رحمہ اللہ کی وفات کے بعد کا عہد کیونکہ امام حاکم رحمہ اللہ نے صفر 405ھ میں وفات پائی تھی۔[4]

امام بیہقی رحمہ اللہ انتہائی دقیق تحقیق اور خوب جانچ پڑتال کے بعد تصنیف فرمایا کرتے تھے۔وہ اپنے اسی اصول کے متعلق فرماتے ہیں:

> جب میں نے معرفۃ السنن والآثار تصنیف کرنا شروع کی تو اس کے ہر ہر جزو کو خوب جانچ پڑتال اور تحقیق و تنقید کے بعد شامل تصنیف کیا۔[5]

امام بیہقی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

> میں نے اپنی اصول و فروع کی کتب میں ایک کسوٹی بنائی تھی کہ جس سے صحیح اور غیر صحیح کی تمیز کر سکوں اور پھر اس کے بعد صحیح اخبار کو اپنی تصانیف کا حصہ بنا سکوں۔[6]

❀علوم القرآن

1. أحكام القرآن

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کے ان اقوال کو جمع کیا ہے جو آیاتِ احکام کے بیان یا ان کے دقیق معانی و مطالب میں ان سے وارد ہوئے ہیں۔اس کا ایک قلمی نسخہ" مجموعة كلام الشافعي في أحكام القرآن"مدینہ منورہ میں موجود ہے۔[7]

یہ شیخ محمد زاہد کوثری کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں مکتبہ عزت العطار نے 1371ھ/1951م میں طبع کیا اور اس کے بعد

---

① مرآة الجنان وعبرة اليقظان لعبد الله بن سعد يافعي :3/ 81

② سير النبلاء لذهبي :18/ 167

③ طبقات الشافعية لحسان الدين عبد الرحيم اسنوي:1/ 199

④ سير النبلاء لذهبي :17/ 171

⑤ سير النبلاء لذهبي :18/ 167

⑥ دلائل النبوة للبيهقي :1/ 47

⑦ تاريخ الأدب العربي لبروكلان :6/ 233

دارالکتب العلمیہ بیروت نے 1395ھ میں دوبارہ نشر کیا۔

اور اسی طرح یہ شیخ عبدالغنی عبدالخالق کی تحقیق کے ساتھ 1371ھ میں مصر میں بھی طبع ہوا ہے۔

2. جامع أبواب قرأة القرآن

امام بغدادی رحمہ اللہ نے ''ھدیۃ العارفین '' میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔[1]

❀الحديث و علومه

1. الأجزاء الكنجروذيات

یہ حدیث کے مختلف اجزاء ہیں جنھیں امام بیہقی رحمہ اللہ نے منتخب کیا ہے اور حافظ ابو سعید محمد بن عبدالرحمن کنجروذی مسند خراسان کی حدیث سے ان کی تخریج کی ہے۔[2] کتانی نے ''الرسالة المستطرفة''میں اس کو ذکر کیا ہے۔[3]

2. أحاديث الشافعي

اس کا نسخہ دارالکتب المصریۃ میں دستیاب ہے۔[4]

3. بيان خطا من أخطأ على الشافعي

اس کا قلمی نسخہ ''عارف حکمت'' مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ یہ ڈاکٹر نایف دعیس کی تحقیق کے ساتھ موسۃ الرسالۃ نے 1402ھ میں طبع کیا۔

اس کتاب میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس دعوی کارد کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے احادیث میں خطا کی ہے۔اس میں انھوں نے یہ واضح کیا ہے کہ یہ امام شافعی کی خطا نہیں ہے بلکہ یہ فنون حدیث سے متعلق ایک اہم فن ہے جسے علم العلل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

4. تخريج أحاديث الأم

اس کا جزء اوّل لندن میں موجود ہے اس کے اوراق کی تعداد 148 اور اس کا دوسرا جز دارالکتب المصریۃ میں ہے اس کے اوراق کی تعداد 300 ہے۔ بروکلمان نے دارالکتب المصریۃ کی ایک کتاب کے دو موضع اور بھی ذکر کیے ہیں۔[5]

---

① هدية العارفين في أسماء المؤلفين وآثار المصنفين لإسماعيل باشا بن محمد بغدادي :6/ 1726

② سير النبلاء لذهبي :18/ 101-102

③ الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة لمحمد بن جعفر كتاني :ص93

④ سير النبلاء لذهبي :18/ 167

⑤ تاريخ الأدب العربي لبروكلان :6/ 233

5. رسالة فى حديث الجوبيارى

یہ رسالہ چار اوراق سے زیادہ نہیں ہے۔اس میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے جوبیاری کی حدیث کا ضعف ذکر کیا ہے جس میں اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سند بیان کی ہے کہ آپ سے ایک ہزار مسائل کے بارے میں سوال کیا گیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ اس میں صرف تین مسائل صحیح ہیں۔[1]

اس کا ایک قلمی نسخہ استنبول کے مکتبہ احمد الثالث میں موجود ہے۔

6. السنن الصغرى

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ المتحف، استنبول میں ہے۔اوراق کی تعداد 392 اور سائز [L:4 R:235] 515،25 ہے۔امام ابو سعد سمعانی نے امام بیہقی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے کسی ایک سے اس کا سماع کیا۔[2]

7. السنن الكبرىٰ

دوسری فصل میں اس کے متعلق بالتفصیل بحث ہو گی۔

8. مختصر السنن الكبرىٰ

امام ابو سعد سمعانی نے اپنی کتاب ''التحبیر فی المعجم الکبیر'' میں اسے ذکر کیا اور فرمایا:

''میں نے آپ سے کتاب مختصر السنن الکبریٰ کا سماع کیا''۔[3]

اگر اس کتاب کو ظاہرا دیکھا جائے تو یہ کتاب بیہقی میں سے ایک مستقل کتاب ہے جس کا 'السنن الکبریٰ' سے اختصار کیا گیا ہے یا فی نفسہ ایک سنن ہے۔

9. المدخل إلى السنن الكبرىٰ

اس کا ایک ہی قلمی نسخہ ہے اور وہ مکتبہ الجمعیۃ الآسیویۃ کلکتہ میں ہے اسی سے مرکز البحث العلمی جامعہ عبد العزیز مکۃ المکرمۃ نے مائیکرو فلم کاپی کروائی ہے اور اس کا نامکمل نسخہ مکتبہ عبد الرحیم صدیقی میں بھی دستیاب ہے لیکن اس میں حدیث اور اصول حدیث متعلق اہم بحث مفقود ہے۔اس کتاب کا امام بیہقی رحمہ اللہ سے ان کے تلمیذ ابو المعالی الفارسی محمد بن اسماعیل نے سماع کیا۔[4]

---

① تاريخ الأدب العربي لبروكلان :6/ 233

② التحبير في المعجم الكبير لأبو سعد عبد الكريم بن محمد سمعاني :2/ 381

③ التحبير في المعجم الكبير:2/ 425

④ سير النبلاء لذهبي :20/ 93

امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ میں اس پر اعتماد کا اظہار کیا[1] اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا اختصار کیا ہے۔[2]

۲۔الذھبی ومنہجہ فی کتابۃ تاریخ الاسلام۔ بشار عواد معروف، ص ۲۴۷، مطبعۃ عیسی الحلبی القاہرۃ، الطبعۃ الاولی ۱۹۷۶م۔

یہ کتاب ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ دار الخلفاء کویت نے 1405ھ 1985/م میں طبع کی اور یہ ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمی کا ایک عظیم علمی کارنامہ ہے۔

10. المدخل الى دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة

مکتبہ احمدیہ حلب میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔اس کے سات اوراق ہیں۔

11. معالم السنن

بغدادی نے ''ھدیۃ العارفین ''میں اس کا ذکر کیا[3] اور امام فخر الدین ابو الحسن عیسی بن ابراہیم نے اس کا اختصار کیا۔[4]

12. معرفة السنن و الآثار

اس کا پہلا جزء قلمی ہے جو کہ مکتبہ احمد الثالث، استنبول میں محفوظ ہے۔

اوراق کی تعداد 279 اور سائز 5، [L:4 R:235]26، 518 ہے۔788ھ میں عمدہ خط نسخ میں اسے لکھا گیا اور جزء اول کا دوسرا نسخہ مکتبہ جار اللہ میں ہے۔اس کے اوراق کی تعداد 246 اور سائز 5، [L:4 R:235]25، 517 سم ہے۔

ایک اور نسخہ جو جزء رابع پر مشتمل ہے مکتبہ احمد الثالث میں ہے۔اوراق کی تعداد 313 اور سائز 2719 سم ہے۔788ھ میں عمدہ خط نسخ میں لکھا گیا۔

ایک اور نسخہ جو تین اجزاء پر مشتمل ہے مکتبہ آصفیہ حیدر آباد میں ہے اور اس کے اوراق کی تعداد 870 ہے اور اس کی ایک نقل جامعہ اسلامیہ میں بھی موجود ہے۔

دوسرے جزء پر مشتمل ایک نسخہ دار الکتب المصریۃ میں ہے جس کے اوراق کی تعداد 207 ہے اور اس کی بھی ایک نقل جامعہ اسلامیہ میں محفوظ ہے۔

ایک نسخہ مکتبہ بودلیان، آکسفورڈ میں ہے۔اس کے اوراق کی تعداد 247 ہے اور اس کی ایک مائیکرو فلم کاپی بھی ہے۔

علاوہ ازیں اور بھی نسخے ہیں جن کا بروکلمان نے ذکر کیا ہے۔[5]

---

① سير النبلاء لذهبي :2/ 207

② الذهبي ومنهجه في كتابه تاريخ الإسلام لبشار عواد معروف :ص247

③ هدية العارفين في أسماء المؤلفين وآثار المصنفين لإسماعيل باشا بن محمد بغدادي :2/ 1726

④ أيضا

⑤ تاريخ الأدب العربي لروكلمان :2/ 230

پہلا جزء سید صقر کی تحقیق کے ساتھ المجلس الاعلی للشوون الاسلامیۃ قاھرۃ نے 1389ھ 1969/م میں طبع کیا۔
شیخ محمد زاہد کوثری نے اس کو " السنن الوسطی" کے نام ذکر سے کیا ہے۔[1]
امام بیہقی نے اس کا نام اختصار "کتاب المعرفۃ" ذکر کیا ہے۔[2]
امام سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"سنن وآثار کی معرفت سے فقہیہ امام شافعی رحمہ اللہ مستغنی نہیں ہے۔"[3]

13. معرفة علوم الحديث

یاقوت حموی نے اس کا ذکر کیا ہے۔[4]
امام بغدادی رحمہ اللہ نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی طرف ایک کتاب کو منسوب کیا جسے "المحیط" کے نام سے ذکر کیا ہے اور یہ کتاب علم حدیث سے متعلق ہے۔[5]

❀ عقائد

1. اثبات عذاب القبر

اس کا قلمی نسخہ "عارف حکمت" مدینہ منورہ میں موجود ہے۔
ایک اور نسخہ مکتبہ احمد الثالث، استنبول میں موجود ہے۔ اوراق کی تعداد 45اور سائز 5، [L:4 R:235]2627ہے۔ 731ھ میں عمدہ خط نسخ میں اس کی کتابت کی گئی۔
دار الفرقان، اردن نے ڈاکٹر شرف محمود القضاۃ کی تحقیق کے ساتھ 1403ھ 1983/م میں طبع کیا۔

2. الأسماء و الصفات

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ فیض اللہ استنبول میں دستیاب ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد 305اور سائز5، [L:4 R:235]516،25 سم ہے۔ 577ھ میں اسے لکھا گیا۔ ایک اور نسخہ مکتبہ وقف آل بن یحیی۔۔۔ المخطوت الیمنیۃ، حضر موت میں ہے۔
ہندوستان میں یہ محمد محیی الدین جعفری کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ انوار الاحمدی، الہ آباد کی طرف سے 1313ھ میں طبع کیا گیا۔

---

① مقدمة أحكام القرآن لمحمد زاهد كوثري :ص17
② السنن الكبرى للبيهقي :7/ 285
③ طبقات الشافعية الكبرى لسبكي :4/ 9
④ معجم البلدان لياقوت حموي :1/ 538
⑤ هدية العارفين في أسماء المؤلفين وآثار المصنفين :5/ 27

3. الاعتقاد و الهداية إلى سبيل الرشاد على مذهب أهل السنة والجماعة

اس کا قلمی نسخہ لالہ لی کے مکتبہ میں موجود ہے۔اورق کی تعداد 81اور درمیانہ حجم ہے۔ 732ھ سے قبل بہت خوبصورت خط میں اس کی کتابت کی گئی۔

ایک اور نسخہ مکتبہ نور عثمانیہ میں دستیاب ہے۔ یہ احمد عصام کاتب کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ دارالآفاق الجدیدۃ، بیروت نے 1401ھ میں طبع کیا۔ امام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقائی نے اس کا اختصار کیا ہے۔[1] امام ابوسعد سمعانی نے امام بیہقی رحمہ اللہ کے کسی تلمیذ سے اس کا سماع کیا۔[2]

4. كتاب الايمان

اس کا ذکر کرنے میں استاد سید صقر مفرد ہیں[3] اور انھوں نے اس بابت کوئی مصدر بھی ذکر نہیں کیا۔

5. البعث والنشور

اس کا قلمی نسخہ استنبول کے مکتبہ شہید علی میں موجود ہے۔اوراق کی تعداد 121اور حجم میں ضخیم ہے۔ 752ھ میں خط نسخ میں اس کی کتابت کی گئی۔ایک نسخہ اس کا استنبول کے مکتبہ المتحف میں ہے۔اور اس کا ایک نسخہ مکتبہ الموصل عراق میں ہے۔ایک برلین میں ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا اختصار بھی کیا ہے۔[4]

6. حياة الأنبياء فی قبورهم

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ احمد الثالث، استنبول میں ہے۔مطبعۃ محمودیۃ قاھرۃ میں بھی 1357ھ کو یہ طبع ہوا۔اور شیخ محمد خانجی ازہری نے اس پر تعلیق بھی لکھی ہے۔اس طرح یہ 1349ھ میں قاہرہ طبع ہوا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الاعتقاد'' میں اس پر بحث کی ہے۔[5]

7. كتاب الرؤية أو اثبات الرؤ ية

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ محمد بن حسین، حیدر آباد میں موجود ہے مگر اس کا نام ''رسالۃ فی الرؤیۃ'' ہے۔شاید یہ ''الرؤیۃ'' سے ہی

---

① كشف الظنون لحاجي خليفة :2/ 1393

② الأنساب لسمعاني لسبكي :2/ 381

③ مقدمة معرفة السنن والآثار لسيد صقر :1/ 11

④ الذهبي ومنهجه في كتابه تاريخ الإسلام لبشار عواد معروف:ص232

⑤ الإعتقاد للبيهقي :ص305

محرف ہے۔[1]

حاجی خلیفہ اور بغدادی نے اس کا ذکر کیا ہے۔[2]

8. القضاء والقدر

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ شہید میں موجود ہے۔ مکتبۃ سلیمانۃ، استنبول نے تضمن کی۔ اوراق کی تعداد 110 ہے۔ اور 566ھ میں اس کی کتابت کی گئی۔ اس کی ایک نقل جامعہ اسلامیۃ، مدینۃ منورۃ میں محفوظ ہے۔

امام ابو سعد سمعانی رحمہ اللہ نے امام بیہقی رحمہ اللہ کے کسی تلمیذ سے اس کا سماع کیا۔[3]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا اختصار کیا ہے۔[4]

❀ أصول و الفقه

1. ينابيع الأصول

امام بغدادی رحمہ اللہ نے ھدیۃ العارفین میں اس کا ذکر کیا ہے۔[5]

❀ الفقه

1. الخلافيات بين الشافعي و أبي حنيفة

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ سلیم آغا میں موجود ہے اور وہ دو جز پر مشتمل ہے۔

اول: 172 اوراق میں ہے۔

دوم: 174 اوراق میں ہے۔ ان دونوں کی نقل معھد المخطوطات میں دستیاب ہے۔

ایک نسخہ دار الکتب المصریۃ میں موجود ہے اور امام ابن فرج اشبیلی نے اس کا اختصار کیا ہے۔[6]

اس کی مختصر تحقیق استاد دیاب عبد الکریم دیاب اردنی نے کی۔

---

① تاريخ الأدب العربي لروكلمان :6/ 233

② كشف الظنون لحاجي خليفة :2/ 1421

③ الأنسباب لسمعاني :2/ 381

④ الذهبي ومنهجه في كتابه تاريخ الإسلام لبشار عواد معروف :ص246

⑤ هدية العارفين في أسماء المؤلفين وآثار المصنفين :5/ 78

⑥ شذرات الذهب لإبن العماد :5/ 443

2. القراءة خلف الإمام

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ احمد الثالث، ترکی میں موجود ہے اور اس کا ایک تصویری نسخہ معهد المخطوطات میں ہے۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت نے 1405ھ میں استاد محمد سعید زغلول کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا۔

3. كتاب الأسرى

امام ذہبی رحمہ اللہ نے "تذکرہ الحفاظ" اور' سیر النبلاء 'میں، سبکی نے "طبقات الشافعية"میں "الاسراء" کے نام کے ساتھ ذکر کیا ہے جبکہ امام بغدادی رحمہ اللہ نے "هدية العارفين" میں اس کا نام "الاسرار" ذکر کیا ہے۔[1]

4. المبسوط

امام سبکی رحمہ اللہ نے اس کے تذکرہ میں لکھا ہے:

"اس نوع میں اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔"[2]

حاجی خلیفہ نے یہ بیان کیا ہے:

"اس کی بیس جلدیں ہیں۔"[3]

5. نصوص الشافعی

امام ذہبی رحمہ اللہ نے "سیر النبلاء" میں اس کی دو جلدیں ذکر ہیں۔[4]

حاجی خلیفہ اس کے تذکرہ میں یوں رقمطراز ہیں:

"امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتب میں سے قدر و منزلت میں عظیم اور علمی اعتبار سے بسیط یہی کتاب ہے جو بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔"[5]

امام بغدادی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے[6] اور شاید کہ پھر "المسبوط" اور یہ ایک ہی کتاب ہو۔[7]

---

① مقدمة المدخل إلى سنن الكبرى لمحمد ضياء الرحمن أعظمي :ص59

② طبقات الشافعية الكبرى لسبكي :4/ 9

③ كشف الظنون :2/ 1582

④ سير النبلاء لذهبي :18/ 166

⑤ كشف الظنون:2/ 1582

⑥ هدية العارفين في أسماء المؤلفين وآثار المصنفين :5/ 78

⑦ مقدمة المدخل إلى السنن الكبرى :ص61

❀ اللغة

1. الرد على الإنتقاد على الشافعى فى اللغة

مکتبہ دارالحدیث، مدینۃ منورۃ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے جس کے اوراق کی تعداد 16 ہے۔ اس کا ایک تصویری نسخہ جامعہ اسلامیۃ، مدینۃ منورۃ میں بھی موجود ہے۔

اور اس کا ایک اور نسخہ مکتبہ تشتربتی میں ہے اور اوراق کی تعداد 12 ہے۔[1]

❀ الزهد والرقائق

1. الترغيب و الترهيب

امام ذہبی رحمہ اللہ نے "سیر النبلاءً" میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ایک جلد میں ہے[2] اسی طرح ابن قاضی شہبہ نے "طبقات الشافعیۃ" میں[3] اور ابن العماد حنبلی نے "شذرات الذہب" میں ذکر کیا ہے۔[4]

2. الزهد الصغير

امام کتانی رحمہ اللہ نے " الرسالۃ المستطرفۃ" میں ذکر کیا ہے[5] اور امام حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون" میں[6] اسی طرح امام بغدادی نے "ھدیۃ العارفین" میں۔[7]

3. الزهد الكبير

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ عارف حکمت، مدینۃ منورۃ میں دستیاب ہے اس کے اوراق کی تعداد 119 ہے۔ 626ھ میں لکھا گیا۔
امام سمعانی رحمہ اللہ نے[8]، کتانی رحمہ اللہ[1] اور حاجی خلیفہ نے بھی ذکر کیا۔[2] امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا اختصار کیا۔[3]

---

① مقدمة المدخل إلى السنن الكبرى :ص61-62

② مقدمة المدخل إلى السنن الكبرى :ص61

③ سير النبلاء لذهبي :18/ 166

④ شذرات الذهب لإبن العماد :3/ 305

⑤ الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة لمحمد بن جعفر كتاني :ص51

⑥ كشف الظنون :1422/2

⑦ هدية العارفين في أسماء المؤلفين وآثار المصنفين :5/ 78

⑧ الأنساب لسمعاني :2/ 381

❀التاریخ و تراجم

1. فضائل الصحابة

امام سمعانی رحمہ اللہ نے ''التحبیر''اس کا ذکر کیا ہے اور امام بیہقی سے ابو علی خوارزمی کے طریق سے ''فضائل طلحۃ والزبیر''کا سماع کیا[4] اور اس کا نام ''معجم الصحابۃ''رکھا ہے۔حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں '' المصنف فی فضائل الصحابۃ''کے نام سے ذکر کیا ہے[5] اور امام بغدادی نے ''ھدایۃ العارفین''میں تذکرہ کیا ہے۔[6]

❀ السیر

1. الجامع فی الخاتم (خاتم النبین صلی الله علیه وسلم)

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ احمد الثالث میں دستیاب ہے۔اس کے اوراق تعداد 15ور سائز5، [L:4 R:235] 2618 ہے۔ان کی نقل معہد المخطوطات میں ہے۔

اس کا دوسرا نسخہ مکتبہ دار الحدیث، مدینۃ منورۃ میں ہے اور اس کا تصویری نسخہ جامعۃ اسلامیۃ میں ہے۔[7]

2. دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے بلند پایہ کتاب قرار دیا اور اس کی تعریف کی۔کتب سیر و مغازی میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔مثلا: مغازی ابن اسحاق، مغازی موسی بن عقبہ۔

موسی بن عقبہ فرماتے ہیں:

''حافظ ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ نے اس باب میں اپنی کتاب (دلائل النبوۃ) تالیف فرما کر بہت ہی احسن عمل سر انجام دیا ہے۔''[8]

سب سے پہلے اس پر شیخ عبد الرحمن محمد عثمان نے دار النصر للطباعۃ، قاہرہ میں کام کیا اور پھر مکتبہ السلفیہ نے اسے نشر کیا اس کی دو

---

① الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة :ص51

② كشف الظنون:2/ 1422

③ الذهبي ومنهجه في كتابه تاريخ الإسلام :ص242

④ التحبير في معجم الكبير :1/ 435

⑤ كشف الظنون :2/ 1712

⑥ هدية العارفين في أسماء المؤلفين وآثار المصنفين :5/ 78

⑦ مقدمة المدخل إلى السنن الكبرى :ص55

⑧ سير النبلاء لذهبي :6/ 115-116

جلدیں ہیں ۔ اس کا آخری طبع ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی کی تحقیق کے ساتھ سات جلدوں میں دارالکتب العلمیۃ، بیروت نے 1405ھ/1985م میں طبع کیا۔

3. كتاب أيام أبي بكر الصديق

امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں اس کا ذکر کیا۔[1]

4. مختصر دلائل النبوة

اس کا ایک نسخہ دارالکتب الظاہرۃ میں ہے اور اس کے صفحات کی تعداد 324 ہے۔ اس کا تصویری نسخہ جامعۃ اسلامیۃ میں ہے۔[2]

5. مناقب الإمام أحمد بن حنبل

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''تاریخ الاسلام'' میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ابو عبداللہ کے مناقب بہت سوں نے جمع کیے ہیں، ان میں سے ایک ابو بکر بیہقی بھی ہیں۔''[3]

انھوں نے اس کا ''سیر النبلا'' میں بھی ذکر کیا ہے[4]

جیسا کہ حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں ذکر کیا ہے۔[5]

6. مناقب الإمام الشافعي

اس کا ایک نسخہ مکتبہ احمد الثالث، استنبول میں ہے اور اس کے اوراق کی تعداد 57 اور سائز [L:4 R:235] 2719 سم ہے۔ اس کی ایک مائیکرو فلم تصویری نسخہ میں معہد المخطوطات میں موجود ہے۔

اس کا ایک اور نسخہ اسی مکتبہ میں دستیاب ہے اور اس کے 311 اوراق ہیں۔ 594ھ میں اس کی کتابت کی گئی۔

ان کے علاوہ بھی دیگر نسخے بھی ہیں جن کا بروکلمان[6] اور سزکین نے تذکرہ کیا ہے۔[7]

---

① مقدمة دلائل النبوة لعبد المعطي قلعجي :1/ 112

② مقدمة المدخل إلى السنن الكبرى :ص60

③ دول الإسلام لذهبي :ص130

④ سير النبلاء :18/ 166

⑤ كشف الظنون :2/ 1836

⑥ تاريخ الأدب العربي لبروكلمان :6/ 233

⑦ تاريخ التراث العربي لسزكين :3/ 182

10. آداب و فضائل

1. الآداب

اس کا ایک قلمی نسخہ دار الکتب المصریۃ میں ہے۔ جدید مغربی خط میں لکھا گیا اور اس کے اوراق تعداد 262 اور سائز 1913 [L:4 R:235] سم ہے۔

امام کتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ البر والصلۃ، مکارم الاخلاق، آداب اور کفارات پر مشتمل ہے۔[1]

2. الأربعون الصغرى

اس کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ الشیخ عبدالعزیز المرشد، ریاض میں دستیاب ہے اور اس کا تصویری نسخہ جامعۃ اسلامیۃ، مدینۃ منورۃ میں ہے۔[2]

3. الأربعون الکبری

اس کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ عاشر آفندی میں ہے۔ مکتبہ سلیمانیہ، استنبول میں ہے اور اوراق کی تعداد 25 ہے۔ اس کا تصویری نسخہ جامعۃ اسلامیۃ، مدینۃ منورۃ میں ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے مقدمۃ میں اس طرف اشارہ کیا ہے:

"اس میں ان امور کا ذکر کیا گیا ہے جس کے اصحاب الحدیث محتاج ہوتے ہیں۔ رواۃ کے احوال و اخلاق جاننے کے لیے تاکہ ضروری امور کا علم ممکن ہو سکے۔"[3]

حاجی خلیفہ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کا نام "الاربعین فی الاخلاق" ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے:

"یہ سو احادیث پر مشتمل ہے جو چالیس ابواب کے تحت مرتب کی گئی۔"[4]

4. الدعوات الصغیر

امام سمعانی رحمہ اللہ نے اپنی تمام ان کتب میں اس کا ذکر کیا ہے جن کا مصنفات بیہقی میں سے سماع کیا ہے اور اسے "الدعوات الصغیر"

---

① الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة :ص53

② مقدمة المدخل إلى السنن الكبرى :ص55

③ البيهقي وموقفه من الألهيات لأحمد بن عطيه غامدي :ص67

④ كشف الظنون :1/ 35

کا نام دیا ہے[1] اور حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں۔[2]

5. الدعوات الكبير

اس کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ آصفیہ، حیدر آباد (ہند) میں دستیاب ہے اور اوراق کی تعداد ۴۶ ہے۔اس کی نقل معہد المخطوطات میں موجود ہے اور اس کی دوسری نقل جامعۃ اسلامیۃ، مدینۃ منورۃ کی لائبریری میں ہے۔امام سمعانی رحمہ اللہ نے ''الانساب'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔[3]

6. شعب الإيمان

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کا نام ''کتاب الجامع'' رکھا ہے۔[4] اس کا قلمی نسخہ مکتبہ احمد الثالث، استنبول میں ہے اور تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

دوسرا نسخہ چوتھے جزء پر مشتمل ہے۔یہ استنبول میں دستیاب ہے اور اس کے اوراق کی تعداد ۸۵، سائز[L:4 R:235]۱۷ ۱۳ سم ہے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر نسخے ہیں جنہیں بروکلمان نے ذکر کیا ہے۔[5]

بہت سے علماء نے اس کا اختصار کیا ہے[6] اور ان مختصرات میں سے امام ابی القاسم عمر بن عبد الرحمن قزوینی ہے۔

ڈاکٹر اعظمی نے ذکر کیا ہے'': جامعہ اسلامیہ کے بعض طلبہ نے بھی اس پر تحقیق کا کام کیا ہے۔''[7]

7. فضائل الأوقات

امام سمعانی رحمہ اللہ نے اپنی ان کتب میں جن کا مصنفات بیہقی میں سے سماع کیا ہے اس کا ذکر کیا ہے۔(۲) امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''سیر النبلاء'' میں ذکر کیا ہے۔[8] اور سبکی نے ''طبقات الشافعیۃ الکبری'' میں[9]

---

① الأنساب :2/ 381

② كشف الظنون:1/ 1417

③ الأنسباب لسمعاني :2/ 381

④ السنن الكبرى للبيهقي :7/ 285

⑤ تاريخ الأدب العربي :ص6/ 231

⑥ مقدمة المدخل إلى السنن الكبرى :ص56

⑦ مقدمة المدخل إلى السنن الكبرى :ص55

⑧ الأنساب لسمعاني :2/ 381

⑨ طبقات الشافعية الكبري :3/ 5

11. المنوعات

1. رسالة البيهقى إلى أبى محمد الجوينى

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ احمد الثالث، استنبول میں دستیاب ہے۔ یہ سات اوراق پر مشتمل ہے اور مجموعۃ الرسائل المنبریۃ، قاھرۃ میں 1343ھ میں طبع ہوا۔

ابو سعد سمعانی نے ابو نصر شجاعی سے اس کا سماع کیا اور انھوں نے امام بیہقی رحمہ اللہ سے کیا۔[1]

2. رسالة البيقى إلى عميد الملك

اس رسالہ کا سبب تحریر سلطان نظام الملک کو وزیر کندی کے ان اقدام کے بارے میں اطلاع دینا تھا جو اس نے امام اشعری اور ان علماء شافعیہ کے بارے میں کئے تھے گویا یہ رسالہ امام بیہقی رحمہ اللہ اور نظام الملک کے درمیان واسطہ تھا۔ سلطان نظام الملک نے باقاعدہ امام بیہقی کو اس خط پر جواب دیے اور امام اشعری رحمہ اللہ اور ان علماء شافعیہ مثلاً ابوالقاسم قشیری، امام الحرمین کو عزت دی گئی۔

3. العيون فى الرد على أهل البدع

اس کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ امبر وزیانا، میلانو۔ اٹلی میں موجود ہے اور اس کی ایک نقل دار الکتب القطریۃ میں بھی ہے۔[2]

امام بیہقی رحمہ اللہ کے علوم و فنون نے ان مصنفات کی صورت میں تمام اہل علم کو سیر اب کیا اور ہر خاص و عام نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ اپنی افادیت کی بدولت یہ مصنفات عالم اسلامی میں شہرہ پذیر ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ، امام بیہقی رحمہ اللہ کی عالی منزلت مصنفات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ کی تصانیف ایک ہزار اجزاء تک محیط ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کی جہد و محنت اور فضل و اتقان کے بدولت شرق و غرب کے مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔[3]

---

① التحبير في معجم الكبير :1/ 592

② البيهقي وموقفه من الألهيات لأحمد بن عطيه غامدي :ص81

③ شذرات الذهب لإبن العماد:3/ 305

۲

بابِ دوم

السنن الکبریٰ کا منہج و خصائص

فصل اول — کتب حدیث میں السنن الکبری کا مقام

فصل دوم — السنن الکبری کے مراحل تالیف اور موضوع و اصطلاحات

فصل سوم — السنن الکبری کا منہج

1

فصلِ اوّل

کتب حدیث میں السنن الکبری کا مقام

السنن الکبریٰ کا منہج وخصائص

کتب حدیث میں السنن الکبریٰ کا مقام

حدیث کے مجموعات کو جب جمع کیا گیا تو اہل فن نے انہیں مختلف انواع میں تقسیم کیا چونکہ وہ تمام خواص جو مختلف کتب میں جمع ہونا مشکل تھے محدثین و مرتبین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق انہیں مختلف اور الگ مستقل تصانیف میں مرتب کیا۔ان مؤلفین و مرتبین کے پیش نظر ترتیب احادیث کی ایک خاص ترکیب تھی لہٰذا انہوں نے اپنی انواع کا الگ التزام کر کے وہ مجموعہ مرتب کر دیا کتب احادیث کی انہی ترتیب پر مشتمل کتب کا ہم ذکر کرتے ہیں۔

کتابت حدیث

صحابہ اور کبار تابعین کے دور میں کتابت حدیث کا ایک اہم مرحلہ تھا جو اجزا اور صحیفوں کی صورت میں تھا۔[1]

تدوین حدیث

یہ مرحلہ پہلی صدی ہجری کے اواخر اور دوسری صدی ہجری کے اوائل میں تھا۔حدیث اجزاء کے مجموعہ میں مدون ہو چکی تھی۔

تصنیف حدیث

یہ وہ مرحلہ ہے جس نے ہمیں ایسے مقام تک پہنچا دیا جب محدثین نے حدیث کی نصوص کو ابواب کی تدوین وانضباط پر تصنیف کرنا شروع کر دیا ایسا مرحلہ تقریباً 125 ہجری کی ابتداء میں ہوا۔[2]

پھر محدثین نے تصانیف کے لیے مختلف انواع ایجاد کر لیے اور ان کو مختلف فنون پر تقسیم کر دیا۔ان اقسام کی ایک معمولی صورت یہ ہے:

1. جوامع

محدثین کی اصطلاح میں جامع ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں حدیث کی تمام اقسام پائی جائیں یعنی عقائد کی حدیثیں، رقاق، کھانے پینے کے آداب، سفر، قیام اور قعود، تفسیر، تاریخ اور سیرت سے متعلقہ حدیثیں موجود ہوں جس میں مناقب، مثالب اور فتنوں سے متعلقہ بھی حدیثیں پائی جاتی ہوں۔[3]

اسی وجہ سے جامع ایک ایسی تصنیف کو کہتے ہیں جو بنیادی موضوعات پر مشتمل ہو اس قسم کی تصنیف ”الجامع الصحیح

---

① تاریخ التراث العربی- فواد سزکین:1/ 199

② أیضا

③ تحفة الأحوذی شرح جامع الترمذی از محمد بن عبدالرحمن مبارکفوری،تحقیق: استاد عبدالرحمن محمد عثمان:1/ 64

المختصر“ ہے جو صحیح بخاری کے نام سے مشہور و معروف ہے اور مشہور جامع کتب میں امام مسلم رحمہ اللہ کی ”الجامع الصحیح“، امام ترمذی رحمہ اللہ، ابن وہب فہری رحمہ اللہ، رزین بن معاویہ رحمہ اللہ کی الجامع شامل ہے۔

2. سنن

محدثین کی اصطلاح میں ایک ایسی کتاب جو فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہو مثلاً ایمان، طہارت، نماز، زکوۃ وغیرہ۔[1]

سنن کے اصول و قواعد پر لکھی جانے والی بہت سے کتابیں ہیں۔[2] سب سے زیادہ مشہور یہ ہیں :

سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، سنن سعید بن منصور، سنن بیہقی۔

3. مصنفات

ایسی کتابیں جو کتاب و باب کی ترتیب و اسلوب کے لحاظ سے سنن کے مشابہ ہیں صرف نام کا ہی اختلاف ہے البتہ ڈاکٹر عتر نے فرق بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

”مصنفات ایسی کتابوں کو کہتے ہیں جو حدیث موقوف، مقطوع اور مرفوع پر مشتمل ہوں۔“[3]

مشہور مصنفات یہ ہیں :

مصنف عبد الرزاق، مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ اور مصنفات میں سے کچھ ایسی بھی کتابیں ہیں جو ابواب پر مرتب کی گئی ہیں مثلاً المستدرکات، المستخرجات۔

4. مسانید

ایسی تصانیف جو صحابہ کے نام کی ترتیب پر لکھی گئی ہو۔ ہر صحابی کی روایت کردہ احادیث کو علیحدہ درج کیا گیا ہو خواہ وہ صحیح ہو یا ضعیف اور یہ صحابہ کرام کے نام حروف معجم یا قبائل کے مطابق یا پھر اسلام میں سبقت لینے والے یا حسب و نسب کی شرافت ترتیب دیئے گئے ہیں۔[4]

ان میں مسند احمد بن حنبل، امام ابو بکر حمیدی رحمہ اللہ، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ، امام حافظ عبد بن حمید رحمہ اللہ، احمد بن احمد بصری رحمہ اللہ اور ابو یعلی حافظ موصلی رحمہ اللہ کی مسانید ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مسند حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ کی مرتب کردہ متداول اور مشہور ہے۔

کتب سنن میں ' السنن الکبریٰ' کا مقام

---

① الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة از محمد بن جعفر كتانی: ص32

② تحفةالأحوذی شرح جامع الترمذی از محمد بن عبدالرحمن مباركفوری: 1/ 86-88 ، الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة از محمد بن جعفر كتانی: ص32- 38

③ منهج النقد فی علوم الحديث از نور الدين عتر: ص200

④ فتح المغيث شرح الفية الحديث از محمد بن عبدالرحمن بن محمد سخاوی: 1/ 385

آئمہ حدیث کے نزدیک سنن پر لکھی جانے والی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہے بہت سے محدثین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں انہوں نے اپنی کتب میں کتاب اور باب کی ترتیب کے مطابق احکام کی احادیث کو جمع کیا۔

جن میں سے یہ بھی ہیں :

1. ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز 150ھ ت[1]
2. سعید بن منصور مروزی 227ھ ت[2]
3. خلال حسن بن علی حلوانی 242ت[3]
4. عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی 255ھ ت[4]
5. أبو بکر أحمد بن محمد بغدادی 273ھ ت[5]
6. أبوداؤد سلیمان بن أشعث 275ھ ت[6]
7. ابن ماجہ محمد بن یزید قزوینی 275ھ ت[7]
8. احمد بن عیسیٰ ترمذی 279ھ ت[8] ان کی کتاب کا تعلق جوامع سے ہے لیکن وہ سنن ترمذی سے مشہور ہوئی ہے۔
9. ابراہیم بن عبداللہ بصری 292ھ ت[9]
10. أحمد بن شعیب نسائی 303ھ ت[10]
11. أحمد بن عبید صفار[11]

---

① تاریخ بغداد أو مدینة السلام لأبو بکر أحمد بن علی خطیب بغدادی:10/ 400-407،تاریخ التراث العربی از فواد سزکین:1/ 166-167

② تذکرة الحفاظ لشمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي: 416- 417

③ الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة لمحمد بن جعفر کتانی:ص35

④ تاریخ التراث العربی: 1/ 219-220

⑤ تاریخ بغداد أو مدینة السلام لأبی بکر أحمد بن علی خطیب: 5/ 110-112، طبقات الحنابلة لابن أبی یعلی لمحمد بن محمدابن ابی یعلی الفراء الحنبلی: 1/ 66- 74

⑥ المنتظم من تاریخ الملوث والأمم لعبدالرحمن بن علی ابن جوزی: 5/ 97-98،تاریخ التراث العربی:1/ 290

⑦ تهذیب التهذیب لابن حجر أحمد بن علی عسقلانی:9/ 530-532، حیدرآباد دکن ھند1325ھ۔

⑧ الوافی بالوفیات لصلاح الدین خلیل بن أبیک صفدی:4/ 294- 296، تاریخ التراث العربی1/ 300- 304

⑨ تاریخ بغداد أو مدینة السلام:6/ 120- 124، تاریخ التراث العربی: 1/ 316

⑩ تاریخ التراث العربی: 1/ 328- 330

⑪ الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة :ص36

12. أبو بکر محمد بن یحییٰ ہمدانی 347ھ ت[1]
13. احمد بن سلیمان بغدادی 348ھ ت[2]
14. علی بن عمر دار قطنی 385ھ ت[3]
15. أحمد بن علی ہمدانی 398ھ ت[4]
16. أبوالقاسم ہبۃاللہ بن حسن 418ھ ت[5]
17. احمد بن حسین بیہقی

یہ فہرست ان آئمہ پر مشتمل ہے جنہوں نے "السنن" پر کتابیں لکھی ہیں شیخ کتانی کے نزدیک "السنن" پر لکھی جانے والی کتب کی تعداد 25 تک بھی پہنچ جاتی ہے۔[6]

السنن کے میدان اور موضوع پر تیار کی گئی صرف چھ کتابیں طبع ہوئی ہیں، سنن اربع، سنن دار قطنی اور امام بیہقی رحمہ اللہ کی السنن الکبریٰ۔ان میں سے جو باقی رہ گئی ہیں وہ خطی کتب کے خزانہ میں بند ہیں یا گم ہو چکی ہیں سابقہ آئمہ کی محنت سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے خوب استفادہ کیا ہے اور یہ بھی اس لیے کہ آپ نے ان سب کے آخر میں کام کیا ہے۔ان آئمہ نے نہایت عمدگی سے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا جن میں کچھ عیوب اور نقائص بھی تھے۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان کبار آئمہ سے نقد و تمحیص کے ساتھ مطلوبہ مواد حاصل کیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتب السنن پر صرف اکتفاء نہیں کیا بلکہ دیگر محدثین نے جدید تصنیف کے منہج پر جو کچھ لکھا تھا اسے اپنی تصنیف میں شامل کر لیا جیسے صحاح، جوامع، مسانید، مستخرجات، مستدرکات اور معاجم وغیرہ ہیں۔انہوں نے باب کی صورت میں اس جدید وسیع مواد کو اپنی تالیفات میں اکٹھا کر لیا۔

السنن الکبریٰ تمام سنن میں سے زیادہ معتبر ہے۔یہ کتاب متون، اسانید، شواہد اور طرق پر مشتمل ہے۔اس میں ہر درجہ کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور سنن کے نظام کے مطابق یہ ایک مکمل کتاب ہے۔

اس کتاب میں ایسے فقہی فوائد موجود ہیں جنہیں آثار اور احادیث سے اخذ کیا گیا ہے۔اس میں علت اور اختلاف والی احادیث کو بھی جمع کیا گیا ہے اسی وجہ سے السنن الکبریٰ سابقہ کتب سنن میں صدر مقام کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام ابن صلاح رحمہ اللہ نے کتب حدیث کے مراتب کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

"السنن کے موضوع میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب جیسی کوئی اور ہم نہیں جانتے۔انہوں نے سنن ترمذی کے بعد ' السنن

---

① أيضا

② أيضا

③ مقدمة الضعفاء والمتروكين لموفق عبدالله: 17-46،تاريخ التراث العربى: 1/ 419-420

④ الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة: ص36

⑤ الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة: ص37

⑥ الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة: ص37

الکبریٰ' کو چوتھا درجہ دیا ہے۔''[1]

امام سخاوی رحمہ اللہ نے قدرے وسعت سے کام لیتے ہوئے اسے کتب سنن میں تمام پر مقدم قرار دیا ہے۔[2]

① علوم الحدیث لابن الصلاح: ص251

② فتح المغیث شرح الفیة الحدیث لمحمد بن عبدالرحمن سخاوی: 2/ 376- 377

2

فصلِ دوم

السنن الکبری کے مراحا تالیف اور موضوع و اصطلاحات

السنن الکبریٰ کے مراحل تالیف اور موضوع واصطلاحات

السنن الکبریٰ کی تصنیف کی تاریخ

یہ تو نہیں معلوم کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے 'السنن الکبریٰ' کی تصنیف کب شروع کی اور نہ ہی کسی ایسے اشارہ کا پتہ چلتا ہے جو اس کا تعین کرتا ہو۔

امام بیہقی رحمہ اللہ خود اپنے منہج کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''جب میں علم کی تلاش کے لیے نکلا تو سب سے پہلے میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اکٹھا کیا اور لکھنا شروع کیا اور ان صحابہ کے آثار کو جمع کیا جو دین کے ستون تھے جن سے انہوں نے مرویات کو حاصل کیا ہوتا تھا میں ان سے سمع کیا کرتا تھا۔ حفاظ حدیث سے راویوں کے حالات معلوم کیا کرتا اور میں یہ محنت اور کوشش کرتا کہ صحیح حدیث کو ضعیف سے، مرفوع کو موقوف سے اور موصول کو مرسل حدیث سے الگ کردوں۔''(1)

اس بات سے ہمارے لیے ممکن ہو جاتا ہے کہ ہم حدیث کو محفوظ کرنے کے اس مرحلہ کا اعتبار کر سکیں جس کا تعلق نقد و جرح سے ہے جس کے متعلق امام بیہقی رحمہ اللہ نے خود بیان کیا ہے کہ انہوں نے 'السنن الکبریٰ' کو تیار کرنے کی ابتداء کیسے کی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن کو مکمل کرنے کے لیے طویل مدت تک اس کام کو جاری رکھا اور وہ اس کی تصنیف سے بروز سوموار 12 جمادی الثانی 432ھ کو فارغ ہوئے۔(2) یہ وہ دور ہے جب امام بیہقی رحمہ اللہ شہرت کے عروج پر تھے اور آپ کی عمر 48 سال تھی اور امام بیہقی رحمہ اللہ کی یہ دوسری کتاب تھی۔ اس سے پہلے وہ نو جلدوں پر مشتمل اپنی کتاب ''المبسوط'' لکھ چکے تھے۔(3)

السنن الکبریٰ کو تصنیف کرنے کے اسباب

امام بیہقی رحمہ اللہ نے جب اس کتاب کو تصنیف کرنا چاہا تو انہوں نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو جمع کیا اور احکام شرعی کے سلسلہ میں جن کی ضرورت تھی ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کو بھی جمع کیا خواہ وہ موقوف ہو یا مقطوع ان سب کو فقہ کے ابواب کے طرز پر جمع کیا۔ درپردہ آپ کا مقصد امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کو صحیح ثابت کرنا تھا اور یہ بھی واضح کرنا تھا کہ شافعی مذہب کتاب و سنت پر قائم ہے۔ اس کے ساتھ امام بیہقی رحمہ اللہ بھی چاہتے تھے کہ وہ مذہب کی مدد کرنے سے پہلے حدیث پر کام کریں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اگر امام بیہقی رحمہ اللہ اپنا ذاتی مذہب بنانا چاہتے تو وہ ایسا کرنے پر قادر تھے، کیونکہ ان کے پاس علمی وسعت موجود تھی اور اختلاف

---

① معرفة السنن، والآثار لاحمد بن حسين بيهقي:1/ 140

② معرفة السنن والآثار لأحمد بن حسين بيهقي:1/ 142- 143

③ السنن الكبرى لاحمد بن حسين بيهقي:2/ 28

کی خوب معرفت تھی اسی وجہ سے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ انہوں نے صحیح حدیث پر مسائل کو روشن اور واضح طور پر ثابت کر دیا ہے۔"[1]

اس لیے ہم اشارہ کریں گے کہ السنن الکبریٰ کا کتاب المبسوط، معرفة السنن و الآثار اور بیان خطأ من أخطا علی الشافعي کے ساتھ کیسا اور کیا تعلق ہے۔ان کتابوں کے مابین مذہب کے دفاع میں اور دلائل بیان کرنے میں باہمی مضبوط ربط پایا جاتا ہے۔اسی وجہ سے ان تمام کتابوں کا منہج ایک ہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں کو عمدہ مرکزیت حاصل ہے کسی ایک پر تحقیق کر کے ان تمام سے استفادہ کرنا ممکن بن جاتا ہے۔[2]

السنن الکبریٰ کا موضوع

امام بیہقی رحمہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر جامع کتاب مرتب کی اور اس کا نام "السنن الکبریٰ" رکھا اور وضاحت کے ساتھ اس میں سنن پر احادیث جمع کیں اور صحابہ کے ان آثار کو جمع کیا جن کی ضرورت پڑتی ہے خواہ وہ آثار موقوف ہوں یا مقطوع۔[3]

'السنن الکبریٰ' کا موضوع احکام کی وہ احادیث ہیں جنہیں فقہی ابواب پر مرتب کیا گیا ہے پس یہی کتاب کا اصل موضوع ہے یہی وجہ ہے کہ کتاب کا عنوان اور نام اس پر دلالت کرتا ہے۔اس کو وسعت دیتے ہوئے حدیث کی دوسری اقسام موقوف اور مقطوع کو بھی اس میں داخل کر لیا گیا ہے۔[4]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث کے مواد کو کتاب اور باب کے نظام کے مطابق مرتب کیا ہے اور انہوں نے ہر نص پر تنقیدی احکام میں سے اس کا مناسب فیصلہ اور حکم صادر کیا ہے۔احکام کو ثابت کرنے کے لیے اس کے شواہد، متابعات، غریب اور معلل کو بھی جمع کر دیا اور اگر اس کا ناسخ اور منسوخ مل گیا تو اس کو بھی پیش کر دیا۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایسا انداز اختیار کیا کہ آپ نص اور دلیل سے استفادہ کرتے ہوئے فقہی استنباط سے جرح و قدح کرتے ہیں۔

'السنن الکبریٰ' احکام کے ابواب کو جمع کرنے والے مسائل کے اصول اور فروع پر مشتمل ہے۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے موضوعات کو جس طریقہ سے بیان کیا ہے اس کی کیفیت اور صورت یہ ہے:

1. كتاب الطهارة
2. كتاب الصلاة
3. كتاب الجمعة
4. كتاب صلاة الخوف
5. كتاب صلاة العيدين
6. كتاب صلاة الخسوف

---

① سیر النبلاء لشمس الدین محمد بن أحمد ذهبي: 18/ 169

② مقدمة بیان خطأمن أخطاعلی الشافعي از نایف دعیس: ص79

③ معرفة السنن والآثار لاحمد بن حسین بیهقي: 1/ 142

④ ایضا

7. كتاب صلاة الاستسقاء
8. كتاب الجنائز
9. كتاب الزكاة
10. كتاب الصيام
11. كتاب الحج
12. كتاب البيوع
13. كتاب الرهن
14. كتاب التفليس
15. كتاب الحجر
16. كتاب الصلح
17. كتاب الحوالة
18. كتاب الضمان
19. كتاب الشركة
20. كتاب الوكالة
21. كتاب الاقرار
22. كتاب العارية
23. كتاب الغصب
24. كتاب الشفعة
25. كتاب القراض
26. كتاب المساقات
27. كتاب الاجارة
28. كتاب المزارعة
29. كتاب احياء الموات
30. كتاب الوقف
31. كتاب الهبات
32. كتاب اللقطة
33. كتاب الفرائض
34. كتاب الوصايا
35. كتاب الوديعة
36. كتاب قسم الفى والغنيمة
37. كتاب قسم الصدقات
38. كتاب النكاح
39. كتاب الصداق
40. كتاب القسمة والنشوز
41. كتاب الخلع والطلاق
42. كتاب الراجعة
43. كتاب الايلاء
44. كتاب الظهار
45. كتاب اللعان
46. كتاب العدد
47. كتاب الرضاع
48. كتاب النفقات
49. كتاب الجنايات
50. كتاب الديات
15. كتاب القسامة
52. كتاب قتال أهل البغى
53. كتاب المرتد
54. كتاب الحدود

.55	كتاب السرقة	.56	كتاب الاشربة
.57	كتاب السير	.58	كتاب الجزية
.59	كتاب الصيد والذبائح	.60	كتاب الضحايا
.61	كتاب السبق والرمى	.62	كتاب الايمان
.63	كتاب النذور	.64	كتاب آداب القاضى
.65	كتاب الشهادات	.66	كتاب الدعوى والبينات
.67	كتاب العتق	.68	كتاب الولاء
.69	كتاب المدبر	.70	كتاب المكاتب
.17	كتاب عتق أمهات الأولاد		

اگر 'السنن الکبریٰ' اور 'سنن ابی داؤد' کا احادیث پر لکھی جانے ولی اہم کتب کے اعتبار سے موازنہ کرنا چاہیں تو کچھ اس طرح ہو گا:

1. کتابوں کی تعداد جن پر السنن الکبریٰ مشتمل ہے وہ 'سنن ابو داؤد' میں کتابوں کی تعداد سے دگنی ہے۔ 'سنن ابو داؤد' میں ان کی تعداد صرف 35 ہے۔

2. 'السنن الکبریٰ' میں کتاب الصلوٰۃ کے ابواب کی تعداد 736 ہے جبکہ سنن ابو داؤد میں 326 باب ہیں۔

3. امام بیہقی کے نزدیک سنن میں ان احادیث کی تعداد جن پر کتاب الصلوٰۃ مشتمل ہے وہ 4481 ہیں جبکہ ابو داؤد سجستانی کے نزدیک 1387 ہے۔كتاب الجمعة والخوف والعيدين والاستسقاء والجنائز اس میں شامل نہیں ہیں اگر ان کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیں تو پھر 'السنن الکبریٰ' میں کتاب الصلوٰۃ کی احادیث کی تعداد ان احادیث کی تعداد سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے جو مکمل طور پر 'سنن ابو داؤد' میں موجود ہیں۔ 'سنن ابو داؤد' میں 2574 احادیث ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کی 'السنن الکبریٰ' میں خاص اصطلاحات

امام بیہقی رحمہ اللہ نے 'السنن الکبریٰ' میں عبارات کو مختصر کرنے کا طریقہ استعمال کیا ہے جو شخص امام بیہقی رحمہ اللہ کے اسلوب سے واقف نہیں تو اس کی معرفت اس پر مشکل ہو جاتی ہے:

- ''حافظ ابو عبد اللہ'' اس سے مراد امام بیہقی اپنے استاد محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری لیتے ہیں اور جب حدثنا أبو عبد اللہ یا قال عبد اللہ کہتے ہیں تو اس سے مراد امام حاکم لیتے ہیں۔
- ''ابو بکر ابن اسحاق'' اس سے آپ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ مراد لیتے ہیں۔
- ''ابو حمد'' اس کنیت سے امام عبد اللہ بن عدی جرجانی مراد لیتے ہیں جو ابن عدی سے مشہور ہیں۔
- ''علی'' یا ''علی بن عمر'' اس سے وہ امام دار قطنی رحمہ اللہ مراد لیتے ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی تمام تالیفات میں یہی طریقہ استعمال کیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اپنے ہم عصر اساتذہ سے حدیث بیان کرتے ہوئے کنیت اور القاب کا بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ طوالت سے بچتے ہوئے مقالہ ہذا میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی استعمال کردہ چند اصلاحات ہی پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

السنن الکبریٰ پر تنقیدات کا سلسلہ

السنن الکبریٰ تنقید اور مؤاخذہ سے محفوظ نہیں کیونکہ یہ ایک انسانی عمل ہے جو صحیح اور خطا پر مشتمل ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور بے عیب ہے۔ امام علاء الدین علی بن عثمان المعروف ابن ترکمانی رحمہ اللہ [1] نے السنن الکبریٰ کے کچھ مقامات اور عنوانات پر تنقید لکھی جس کا نام "الجوهر النقی فی الرد علی البیهقي" رکھا۔

جس کے شروع میں کہا ہے:

"یہ وہ فوائد جو میں نے حافظ ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب السنن الکبریٰ پر معلق کئے ہیں جن میں سے اکثر اس پر اعتراضات ہیں اور اس کے ساتھ بحث ومباحثے ہیں۔ [2]

الجوهر النقی مختلف اعتراضات پر مشتمل ہے اس سے امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ کی علمی گہرائی اور بیداری کا پتہ چلتا ہے۔ اس میں بہت سے مسائل ایسے ہیں جن پر تنقید نہیں ہو سکتی۔ لیکن امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ نے تنقید کی وہ اس لیے کہ ان کا تعلق حنفی مذہب کا فقہاء سے ہے جبکہ امام ابن بیہقی رحمہ اللہ کا تعلق شوافع کے بڑے آئمہ سے ہے۔

انہوں نے بہت سے ایسے مسائل بھی بیان کئے جن سے حنفیہ نے ان سے اختلاف کیا اور امام ابن ترکمانی کی تنقید بھی اس کی وضاحت کرتی ہے۔

انہوں نے چند ایسے امور پر تنقید کی ہے جن کا وجود ہی نہیں ہے وہ کہتے ہیں :

"امام بیہقی رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سترہ ایسے صحابہ کا نام لیا ہے جو نماز میں رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہیں پھر آپ نے کبار تابعین میں سے دس کا نام لیا ہے جن کا تعلق مکہ، حجاز، عراق، شام، بصرہ اور یمن سے تھا پھر کہا کہ ہم نے ایسی حدیث کو ابو قلابہ، ابو زبیر پھر مالک بن انس سے بیان کیا ہے۔"

ابن ترکمانی نے بیہقی پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ ابن زبیر لکھ کر اس سے عبداللہ مراد لیتے ہیں۔ [3]

یہ ابن ترکمانی کی عجیب تنقید ہے جو کہ صحیح نہیں ہے اس سے ان کا مقصد تنقید کرنا اور ملامت کرنا ہے۔ حالانکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے

---

① الوافی بالوفیاتل لصلاح الدین:2/ 117۔حسن المحاضرة فی تاریخ مصر والقاهرة لجلال الدین عبدالرحمن بن أبی بکر سیوطی:1/ 469، تحقیق محمد أبو الفضل ابراهیم، طبعة عیسیٰ البابی الحلبی قاهرة، الطبعة الأولی 1387ھ/ 1967م

② الجوهر النقی فی الرد علی البیهقي لعلاء الدین علی بن عثمان ابن ترکمانی:1/ 2، دائرة المعارف الهند 1344ھ

③ الجواهر النقی فی الرد علی البیهقي لابن ترکمانی:2/ 75

جن کا ذکر کیا ہے وہ ابوزبیر ہے ابن زبیر نہیں ان دونوں میں بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ علم رجال کے متعلق معمولی سی شدھ بدھ رکھنے والا اس فرق کو جان سکتا ہے۔ کیونکہ ابن زبیر صحابی ابن صحابی ہیں جبکہ ابوزبیر محمد بن مسلم بن تدرس مکی ہے جن کی تاریخ پیدائش 126ھ ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ تابعین اور تبع تابعین کے چھوٹے طبقہ سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور کبار تابعین کا پورا تذکرہ کرتے ہیں اسی وجہ سے امام بیہقی رحمہ اللہ پر تنقید ہوتی ہے کہ وہ محمد بن طائفی کو ثقہ بیان کرتے ہیں۔ ابن ترکمانی نے کہا کہ طائفی ایک مجہول راوی ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا کہ ثقات سے مروی حدیثیں ان کی نہیں ہیں۔[1] حالانکہ امام بیہقی رحمہ اللہ امام ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ کی سند سے اپنی سنن میں حدیث بیان کرتے ہیں طائفی مجہول راوی ابوداؤد کے رجال میں سے ہے۔

امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ نے جانچ پڑتال سے قبل تنقید کی۔ کیونکہ انہوں نے محمد بن سعید طائفی اور ابوسعید مؤذن جو صدوق اور ثقہ ہے کے مابین فرق نہیں کیا ان سے کتب صحاح ستہ میں سے کسی ایک نے بھی روایت نہیں کی ہے۔[2]

---

① الجوھر النقی لابن ترکمانی:3/ 173- 174

② تہذیب التہذیب:9/ 191، تقریب التہذیب لابن حجرعسقلانی:2/ 165، تحقیق:عبدالوھاب عبداللطیف، دارالمعرفۃ بیروت1395ھ/1975م۔

3

فصلِ سوم

السنن الکبری کا منہج

السنن الکبریٰ کا منہج

امام بیہقی رحمہ اللہ اور منہج کتاب

ہر وہ شخص جو امام بیہقی رحمہ اللہ اور ان کے علمی آثار سے مکمل یا معمولی دلچسپی رکھتا ہے وہ جان جائے گا کہ امام بیہقی ایک علمی منہج والے شخص تھے۔ انہوں نے اپنی تصانیف کو بھی قاعدہ، قانون اور اصول کے تحت تشکیل دیا ہے۔ یہ علمی منہج انہیں اپنی تالیف شروع کرنے سے پہلے ممتاز بنادیتا ہے۔

امام بیہقی نے اپنی تالیفات کو ایک مرکز کے پروگرام پر ظاہر کیا جس پر وہ ''المدخل'' کا اطلاق کرتے ہیں اور وہ ان مداخل میں اپنے اہداف اور مقاصد کی تدوین کرتے ہیں۔ نصوص کی تمیز اور تمحیص میں رد اور قبول کے اعتبار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں ان اصول و قوانین کے دلائل کی سفارش کی جاتی ہے جس سے آپ کے منہج کی توثیق ہو جاتی ہے۔

گویا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کا تاثر ''المدخل'' کے نظام پر صادر ہوتا ہے اور آپ کے علمی عمل کی اہمیت آپ کے استاد امام حاکم کی طرف سے ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب ''الأکلیل'' کے لیے مدخل کو وضع کیا۔(1)

السنن الکبریٰ کا منہج

تنظیمی منہج

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

''میں اہل حدیث کے طور طریقے پسند کرتا ہوں کہ میں اپنی کتاب میں جو بھی حکایات اور مسانید کو داخل کروں تو ان کو سند کے ساتھ ہی بیان کروں۔''(2)

اس لیے امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں جو بھی حدیث، اثر یا حکایت کو درج کرتے ہیں تو اس کی سند کو بھی ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ان کے لیے اپنی کتاب میں اسانید کا استعمال کرنا ایک وسیع منہج پر موقوف ہے کبھی وہ ایک سند کے سانچے میں متعدد اسانید کو بھی جمع کر لیتے ہیں۔

متون میں الفاظ کی مختلف حالتوں کے معانی سے وضاحت

متن میں آپ کا منہج الفاظ کے اختلاف کا انکشاف کرنا ہے۔ غریب کو بیان کرنا، تصحیف، اضطراب اور اس کے معلول ہونے پر تنبیہ

---

(1) الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة لمحمد بن جعفر كتاني: 21

(2) بيان خطأ من أخطا على الشافعي لأحمد بن حسين بهيقي: ص81

کرنا ہے۔امام بیہقی احادیث کے معانی کو بھی بیان کرتے ہیں اور اس سے احکام کا استنباط بھی کرتے ہیں۔

متون کے موضوعات کی فقہی ترتیب

امام بیہقی نے 'السنن الکبریٰ' میں متن کے موضوعات کو فقہی ابواب کے مطابق منظم کیا ہے۔'السنن الکبریٰ' کو متعدد کتب پر تقسیم کیا مثلاً کتاب الطہارۃ، کتاب الصلاۃ پھر کتب کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کیا وہ ابواب کہلاتے ہیں۔مثلاً جماع أبواب الحدیث،جماع أبواب ما یوجب الغسل پھر امام بیہقی رحمہ اللہ فصول میں سے ہر فصل کے تحت بہت بڑی تعداد میں ابواب لاتے ہیں اور یہ ابواب احادیث پر مشتمل ہوتے ہیں۔انہوں نے ان ابواب کو بھی احادیث سے اخذ کیا ہے۔اگرچہ ادنی سے بھی مناسبت کیوں نہ پائی جاتی ہو۔

حدیث کی صحت کی وضاحت

امام بیہقی رحمہ اللہ کو حرص یہ تھا کہ وہ احکام کی احادیث کے لیے ایک ایسی جامع کتاب بنائیں جس میں تمام درجات کی احادیث یا آثار کو جمع کر دیں اور صحت کے اعتبار سے ان میں تمیز کر دیں۔کیونکہ وہ خود بھی صحیح حدیث کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے اور ضعیف کی بھی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ اس سے بچا جائے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"میں نے یہ حدیث دو ضعیف سندوں سے روایت کی ہے ان میں سے ایک مرسل اور دوسری موصول ہے۔"[1]

یا پھر کہتے ہیں:

"اس مسئلہ میں دو ایسی ضعیف حدیثیں ہیں ان جیسی احادیث سے حجت نہیں لی جا سکتی۔"[2]

یا پھر کہتے ہیں:

"اس میں دو ایسی ضعیف احادیث ہیں میں نے اختلاف کی وجہ سے ان کو بیان کیا ہے۔"[3]

حدیث کو مکرر لانا

امام بیہقی رحمہ اللہ فقہی فوائد کے لیے حدیث کا تکرار کرتے ہیں اور اسے باب میں بیان کرتے ہیں ۔[4] یا سند کی بلندی کے لیے بیان کرتے ہیں۔کیونکہ آپ کا منہج استدلال کی بنیاد پر قائم رہتا ہے باب میں نص کو صرف اس لیے بیان کرتے ہیں کہ استدلال کا مقصد ھدف کے پیچھے ایک دوسرا ہدف بھی موجود ہوتا ہے۔

---

① السنن الکبری للبیهقي:3/ 128،6/ 309

② السنن الکبری للبیهقي:2/ 222

③ أیضا:2/ 96

④ أیضا:2/ 254-455،2/ 105

نقدی منہج

1. معلل ابواب کی تنقیدی وضاحت

امام بیہقی رحمہ اللہ نے 'السنن الکبری' کی تصنیف میں ایسا منہج اختیار کیا جس میں وہ معلل ابواب کے طریقہ پر چل پڑے وہ طرق حدیث کو وسیع تنقید کے ساتھ لاتے ہیں۔[1] شاید وہ اس منہج میں امام ترمذی سے متاثر ہوئے کیونکہ انہوں نے اس کی بنیاد رکھی۔[2]

لیکن مسانید معللہ کے موضوع پر علی بن مدینی، یعقوب بن شیبہ نے کتابیں تصنیف کیں۔[3]

اس منہج کی بنیاد پر امام بیہقی رحمہ اللہ ضعیف حدیث کو بیان کرتے ہیں اس لیے بیان کیا کہ حدیث میں جو بھی علت پائی جاتی ہے اس کا انکشاف آسان بن جائے اور صحیح حدیث نمایاں ہو جائے۔

تطبیقی منہج

امام بیہقی رحمہ اللہ نے تنقید کی صفت میں تطبیقی منہج کو استعمال کیا ہے۔ان کے نقد میں شواہد،امثلہ اور براہین پائے جاتے ہیں۔آپ کو منہج تطبیقی سے شغف تھالہذا آپ نے ایک ہی وقت میں ایجاز واختصار پر بھی اجتہاد کر دیا اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے موقوف حدیث کو بھی بیان کر دیا خصوصاً جن کا تعلق جرح اور تعدیل سے ہے۔

---

① السنن الکبری:9/ 403

② شرح علل الترمذی لأبو الفرج عبدالرحمن بن أحمد ابن رجب:،ص73،تحقیق صبحی جاسم حمید،مطبعة العانی بغداد

③ أیضا

(۳)

بابِ سوم

السنن الکبری میں حدیث کے روایتی و درایتی اصولوں کا استعمال

فصل اول   روایتی اصول

فصل دوم   درایتی اصول (داخلی نقد)

1

فصلِ اول

روایتی اصول

روایتی اصول

مرفوع اوراس کے متعلقات

1. مرفوع کی تعریف

مرفوع حدیث وہ قول، فعل، تقریر، خلقی یا خلقی وصف ہے جس کی خاص طور پر نبی ﷺ کی طرف نسبت کی گئی ہو چاہے اس کی سند متصل ہو یا منقطع۔[1]

اور اسی تعریف کے مطابق مسند میں اتصال سند کی قید ہے یعنی اس کی سند متصل ہوتی ہے اور مرفوع میں اتصال سند کی قید نہیں تو مرفوع میں مرسل، منقطع اور اس طرح کی انواع داخل ہو جاتی ہیں۔[2]

ہاں جب بعض محدثین مرفوع مرسل کے مقابلے میں بولتے ہیں تو وہ اس سے مراد مرفوع متصل لیتے ہیں۔[3]

2. مرفوع میں امام بیہقی کی مہارت

'السنن الکبریٰ' مرفوع حدیث کی تمام انواع پر مشتمل ہے اور وہ مرفوع قولی، فعلی، تقریری اور وصفی ہیں۔ 'سنن کبریٰ' سے مرفوع کی ان تمام علوم کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

أولاً: مرفوع قولی

کوئی راوی حدیث بیان کرتے وقت کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح یا ایسے فرمایا ہے اور اس کے شواہد میں سے وہ حدیث ہے جو امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سند متصل سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

"البركة فی نواصی الخيل"[4]

"گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے"

ثانیاً: مرفوع فعلی

راوی یہ کہے کہ میں نے رسول ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا یا فلاں کام کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کے شواہد میں سے

---

① تدریب الراوی فی شرح تقریب النو وی لجلال الدین سیوطی عبدالرحمن بن أبی بکر: 1/ 83، منهج النقد فی علوم الحدیث لنور الدین عتر: 325- 326، التعلیقات الأثریة علی المنظومة البیقونیة لعلی حسن علی عبدالحمید: 13،المکتبة الاسلامیة عمان، الطبعة الأولی، 1403ھ/1982م

② شرح الألفية للسيوطي، محي الدين عبد الحميد : ص61

③ علوم الحدیث لابن الصلاح :45

④ السنن الکبری :6/ 229

وہ حدیث ہے جو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی متصل سند کے ساتھ روایت کی اور انہوں نے کہا:

''أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان إذا صلی رکعتی الفجر اضطجع''[1]

''بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعتیں پڑھتے تو لیٹ جاتے تھے۔''

اس کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہی فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسے محمد بن ابراہیم نے ابو صالح سے اور اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بیان کیا ہے اور آپ کا قول بیان نہیں کیا۔

پھر انہوں نے وہ فعل نبوی اپنی مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور آخر میں کہا ہے کہ یہ فعل نبوی قول نبوی کی بنسبت زیادہ محفوظ ہے۔ کیونکہ یہ فعلی حدیث ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی باقی روایت کے موافق ہے۔[2]

اور ہم اس جگہ مرفوع حدیث اور اس کی انواع کو منکشف نیز ان میں سے محفوظ کو شاذ سے ممتاز کرنے میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی مہارت و توجہ کی ایک جھلک واضح طور پر دیکھ رہے ہیں اور انہوں نے اس جگہ پر مرفوع قولی کی خبری نام رکھنے کی صراحت کی ہے اور مرفوع خبری اور مرفوع فعلی کے درمیان امتیاز کیا ہے۔

ثالثاً: مرفوع تقریری

راوی یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فلاں کام کیا گیا تھا پھر وہ راوی یہ ذکر نہ کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کا انکار کیا تھا یا برا منایا تھا اور اس کی مثالوں میں وہ حدیث ہے جو امام بیہقی رحمہ اللہ نے باب التیمم فی السفر إذا خاف الموت أو العلة من شدة البرد میں اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں غزوہ ذات السلاسل میں ٹھنڈی رات میں محتلم ہو گیا تو میں ڈرا کہ اگر میں نے غسل کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا تو میں نے تیمم کر لیا پھر اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی تو انہوں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادی تھی تو آپ نے کہا: اے عمرو! تو نے جنابت کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھادی ہے تو میں نے آپ کو اس کی وجہ بتادی تھی میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اللہ تعالٰی کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

﴿وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً﴾[3]

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے اور مجھے کچھ نہیں کہا۔[4]

رابعاً: مرفوع وصفی

---

(1) صحيح البخاري كتاب التجهد،باب الضجعة على الشق الأيمن بعد الصلاة، سنن الترمذي، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الإضطجاع بعد ركعتي الفجر

(2) السنن الکبری :3/ 44- 45

(3) سورة النساء 4 : 29

(4) السنن الکبری :1/ 225

راوی یہ کہے کہ رسول ﷺ کا وصف اس طرح کا تھا چاہے وصف خلقی ہو یا خلقی ہو یا طبعی ہو یا خصوصی اور یہ سب اوصاف اس مرفوع وصفی میں داخل ہیں۔

الف: وصف خلقی

اس کی مثال دلائل النبوۃ میں وارد باب صفۃ قامۃ رسول اللہ ﷺ میں علی بن ابی طالب کا یہ قول ہے کہ

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس بالقصير ولابا لطويل [1]

"رسول اللہ ﷺ نہ تو چھوٹے قد کے تھے اور نہ ہی لمبے قد کے تھے۔"

اور انہوں نے ابوالطفیل کی حدیث سے یہ بات ذکر کی ہے کہ ان کے ساتھیوں نے ان سے نبی ﷺ کے وصف کے متعلق دریافت کیا تھا تو انہوں نے کہا تھا۔

"كان أبيض مليح الوجه"[2]

"آپ ﷺ سفید تھے اور آپ کا چہرہ حسین تھا۔"

ب۔وصف خلقی

اس کی مثال ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جو امام بیہقی رحمہ اللہ نے كتاب الشهادات میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا۔

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أشد حياء من العذراء في خدرها وكان إذا كره شيئا عرفناه في وجهه "[3]

"رسول اللہ ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے اور آپ کو کوئی شے ناخوشگوار محسوس ہوتی تھی تو ہم اس کے آثار آپ کے چہرہ میں پہچان جاتے تھے۔"

اور انہوں نے کتاب السیر میں أنس بن مالک کا یہ قول اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ:

"كان رسول الله أحسن الناس و كان أجود الناس و كان أشجع الناس"[4]

"رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ حسین سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔"

یہ حدیث بیک وقت دونوں وصفوں یعنی وصف خلقی اور وصف خُلقی، وصف حسن اور وصف شجاعت وسخاوت پر مشتمل ہے۔

ج۔ نبی ﷺ کا طبعی وفطری وصف

اس کے شواہد میں سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ بیان ہے جو امام بیہقی نے کتاب الحج میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

---

① دلائل النبوة لأحمد بن حسين بيهقي :1/ 251

② أيضا :1/ 204- 205

③ السنن الكبرى :1/ 196

④ السنن الكبرى :9/ 170

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب الطیب و لا یحب ریح الحناء "[1]

"رسول اللہ ﷺ خوشبو پسند فرماتے تھے اور مہندی کی بو آپ کو پسند نہ تھی۔"

اور اسی سے ہے آپ ﷺ کا کدو کو پسند کرنا[2] میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرمانا[3] اور حلال جانور مثلاً بکری کے بازو کا گوشت پسند فرمانا[4] اوران کے علاوہ دیگر پاکیزہ اشیاء کو۔

د۔ خصوصیات نبی ﷺ

یہ وہ خصوصیات ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہیں آپ کے علاوہ کسی کے لیے موزوں نہیں۔

اور مرفوع حدیث کی اس قسم کے لیے امام بیہقی رحمہ اللہ نے جامع باب قائم کیا ہے جو کہ ایک سو احادیث پر مشتمل ہے اس میں نبی ﷺ کی خصوصیات کی انواع کی تفصیل ذکر کی ہے اور اس باب کے درمیان ضمنی مبحث کی خاطر ایک باب یہ بھی منعقد کیا ہے کہ :

"باب الدلیل علی أنہ صلی اللہ علیہ وسلم لایقتدی بہ فیما خُصَّ بہ، ویقتدی بہ فیما سواہ"[5]

"اس بات کی دلیل کہ نبی ﷺ کی خصوصیات میں آپ کی اقتداء نہیں کی جاتی اور آپ ﷺ کی خصوصیات علاوہ دوسرے کاموں میں آپ کی پیروی کی جاتی ہے۔"

اور من جملہ ان خصوصیات کے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے چار سے زائد عورتوں سے نکاح کیا تھا اور یہ آپ کے لیے جائز تھا اور آپ کی امت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس میں آپ کی اقتداء کریں۔[6] اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت آپ ﷺ کے لیے حلال ہے۔[7]

آپ کی یہ خصوصیت بھی تھی کہ ازواج مطہرات مؤمنین کی مائیں ہیں اور آپ کے بعد جہانوں میں سے کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے ساتھ نکاح کرے۔[8]

ان کے علاوہ اور بھی کئی خصوصیات ہیں۔امام بیہقی نے مرفوع احادیث کے ساتھ ان کی دلیلیں ذکر کی ہیں۔

یہ مبحث اپنے عموم کے ساتھ اپنی حدیثی مہارت کی جدت وندرت کے ساتھ متصف ہے جس میں نہایت گہری نظر استعمال کی گئی

---

① السنن الکبری :5/ 61- 62

② مسند أحمد :3/ 274

③ فتح الباری لإبن حجر :9/ 374- 378

④ مسند أحمد :2/ 331

⑤ السنن الکبری :7/ 75

⑥ السنن الکبری :7/ 54

⑦ السنن الکبری :7/ 55

⑧ السنن الکبری :7/ 69

ہے۔ متن کے متعلق یہ مبحث تو اس اعتبار سے تھی کہ اس کا تعلق اس کے قائل کے ساتھ ہے یعنی مرفوع حدیث کا قائل یا فاعل رسول اللہ ﷺ ہوتے ہیں اور اس میں آپ ہی کا وصف بیان کیا گیا ہوتا ہے نیز آپ ہی کا سکوت اور عدم انکار ذکر ہوتا ہے۔

مرفوع حدیث کو مرفوع بیان کرنے کے اعتبار سے تو یہ امام بیہقی کی مہارت کی اصل بنیاد ہے اور یہی ان کی کتاب 'السنن الکبریٰ' کی روح ہے اور وہ حدیثی فنون وصناعات کے تمام علوم پر مشتمل ہے۔

موقوف اور اس کے متعلقات

1. تعریف اور امام بیہقی رحمہ اللہ کا اہتمام

حدیث موقوف

وہ قول، فعل یا تقریر جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف کی گئی ہو اسی پر توقف ہو گیا ہو اور آگے نہ بڑھایا گیا ہو یعنی نبی ﷺ تک اسے نہ پہنچایا گیا ہو۔[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے متن کی اس قسم کی طرف توجہ مبذول کی ہے وہ بالکل واضح ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب میں اسے ذکر کرنے میں بڑی وسعت سے کام لیا ہے اور اس کے استعمالات میں تفنن وتنوع اختیار کیا ہے یہ کام کوئی بلاارادہ اور اتفاقی نہیں تھا بلکہ یہ اہم کام ان کی خاص توجہ کا نتیجہ تھا جو انہوں نے موقوفات کو جمع کرنے کی طرف قصداً کی تھی اور اس کتاب میں انہیں استعمال کیا تھا۔ کیونکہ وہ خود کہتے ہیں :

> ''میں نے اللہ عزوجل کی مدد کے ساتھ مصطفی ﷺ کی سنن (احادیث) اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اثار جن کی ہمیں ضرورت تھی کی تخریج کی''۔[2]

اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ وہ بعض ابواب میں موقوفات کو مرفوعات سے بھی زیادہ ذکر کر جاتے ہیں کیونکہ وہاں ان کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے نیز وہ وہاں قوت واعتبار میں مرفوع سے مقدم ہوتی ہے جیسا کہ انہوں نے کتاب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود بالشبہات میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس باب میں بارہ نصوص ذکر کی ہیں ان میں تین مرفوع ہیں اور بقیہ نو تمام تر صحابہ پر موقوف ہیں[3] اور انہوں نے ان موقوفات کو نقد ودرایت کے بغیر ہی ذکر نہیں کر دیا بلکہ وہ ان کے متون اور اسانید کے حال کو بھی بیان کرتے ہیں اور ان کے حالت کے مطابق جو حکم ہے وہ بھی صادر فرماتے ہیں۔

2. السنن الکبریٰ میں موقوف کے نام کا استعمال

امام بیہقی رحمہ اللہ متن کی اس قسم کا نام موقوف ہی لیتے ہیں جیسا کہ یہ محدثین کے ہاں عام متعارف ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں یہ

---

① علوم الحديث لإبن الصلاح :ص46

② معرفة السنن والآثار للبيهقي :1/ 142

③ السنن الكبرى :8/ 238- 239

حدیث موقوف ہے اور کبھی وہ فقہاء کی اصطلاح میں اس کا نام لیتے ہیں یعنی لفظ ''الاثر'' بولتے ہیں۔

اس نوع کو موقوف کہنے کے شواہد میں سے عبداللہ بن عمر کی وہ حدیث ہے جو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ

''انہوں نے ایک ایسا شخص دیکھا جو دو رکعتیں پڑھ رہا تھا اور مؤذن اقامت کہہ رہا تھا تو انہوں نے اسے کنکر مارا اور کہا کہ کیا تو صبح کی چار رکعتیں (فرض) پڑھ رہا ہے۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ذکر کرنے کے بعد کہا ''موقوف ہے۔''[1]

اور کتاب الایمان ، باب صلة الاستشناء بالیمین میں انہوں نے عبداللہ بن عمر کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ

''جب کوئی شخص قسم کھائے اور ساتھ ان شاءاللہ کہے اور ان شاءاللہ کے ساتھ اگلا کلام ملائے پھر وہ قسم کے ساتھ کلام کرے تو وہ حانث نہیں ہوگا۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کے بعد کہا کہ یہ موقوف ہے[2] اور اس پر شواہد بکثرت ہیں۔

رہا ان کا موقوف حدیث کو اثر نام دینا تو ان کی کتاب 'السنن الکبریٰ' میں اس کی مثال موجود ہے۔

مثال: کتاب الصلوة ، باب تحلیل الصلاة بالتسلیم میں انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے۔

''مفتاح الصلاة الكبير، وانقضاؤها التسليم، إذا سلم الإمام فقم إن شئت''

''نماز کی چابی اللہ اکبر کہنا ہے اور اس کا اختتام سلام پھیرنا ہے، جب امام سلام پھیرے پس تم کھڑے ہو جاؤ جو تم چاہو۔''

اس کو ذکر کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول یہ صحیح اثر ہمارے قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔[3]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے باب من کرة الصلاة الیٰ نائم أو متحدث میں کہا ہے کہ اس باب میں زیادہ صحیح اثر وہ ہے جس کی خبر ہمیں حافظ ابو عبداللہ اور سعید بن اَبی عمرو نے دی ہے اور انہوں نے اپنی اس سند سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ

''ستونوں کے درمیان صف بندی نہ کیا کرو جب تیرے سامنے کوئی قوم جھگڑا کر رہی ہو یا کھیل رہی ہو تو اس کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھا کرو''۔

پھر کہا کہ یہ موقوف ان لوگوں کے متعلق ہے جو نمازی کے سامنے جھگڑا کر رہے ہوں اور وہ نمازی ان آوازوں اور کلام کے سننے کی وجہ سے وہ اپنی نماز کے خشوع سے غافل ہو رہا ہو۔[4]

اس جگہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان دونوں اصطلاحوں کا استعمال کیا ہے یعنی 'موقوف' اور 'اثر' اور ان کے اس عمل سے میرے لیے

---

① السنن الکبری :2/ 483

② السنن الکبری :10/ 47

③ السنن الکبری :2/ 173- 174

④ السنن الکبری :2/ 279

یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ جب فقہاء کے نام رکھنے اور نصوص کی فقہی تقسیم کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں تو اس پر اسم 'اثر' کا اطلاق کرتے ہیں البتہ جب وہ خالص حدیثی پہلو سے گفتگو کرتے ہیں تو اس پر محدیثن کی اصطلاح میں اسم 'موقوف' کا اطلاق کرتے ہیں۔

امام ابوالقاسم فورانی نے جو کہ کبار فقہائے خراسان میں سے ہیں۔

اسم اثر کے موقوف بولنے پر صراحت کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ خبر وہ ہے جو نبی ﷺ سے مروی ہے اور اثر وہ ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔(1)

السنن الکبریٰ میں موقوف کا فن

امام بیہقی رحمہ اللہ نے موقوف حدیث کے ساتھ مرفوع جیسا ہی معاملہ کرنے کی طرف دھیان کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بقدرِ مناسب اس کی طرف توجہ کی اور اس کا اہتمام کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے موقوفات کی تلاش، تحصیل اور اس کی اسانید کو جمع کرنے میں سخت محنت و مشقت سے کام لیا اور انہوں نے علم کے ابواب میں انہیں ان کی مناسب جگہ رکھا اور درج کیا۔ ہر متن کو اس کے مناسب مقام پر ذکر کیا پھر صرف ذکر ہی نہیں کیا بلکہ ان کی اسانید میں بھی غور کیا اور ان میں سے قوی و ضعیف اور متصل و منقطع کو واضح کیا اسی طرح انہوں نے ان متون کے استعمال میں اپنی مہارت کا اظہار کیا چنانچہ وہ کبھی انہیں مد نظر رکھتے ہوئے مرفوعات کو معلول قرار دیتے ہیں اور کبھی انہیں ان پر ترجیح دیتے ہیں۔

السنن الکبریٰ میں موقوف حدیث کی اقسام

السنن الکبریٰ میں موقوفات کی بہتات بھی امام بیہقی کے ان کی تحقیق و تنقید، ترتیب اور ان کے حکم لگانے کے آگے رکاوٹ نہیں بنی۔ چنانچہ وہ کسی پر صحت کا حکم لگاتے ہیں اور کسی پر حسن ہونے کا اور کبھی کسی کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور یہ ایک ایسا کام ہے کہ نصوص پر اعتماد کرنے یا انہیں ترک کرنے اور ان سے اعراض کرنے میں اس کی انتہائی اہمیت ہے اور علم حدیث کا یہی مقصود اعظم ہے۔ کیونکہ یہی وہ ہے کہ جس کی وجہ سے صحیح کو ضعیف مشہور کو غریب سے ممتاز کیا جاتا ہے۔

الف۔ موقوف صحیح

امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الضحایا، باب مایکل ویحرم الحیوانات میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول روایت کیا ہے کہ

> ''جس دن بیت المقدس جلایا گیا تھا اس دن چھپکلیاں اپنے منہ کے ساتھ آگ کو پھونک مارتی تھیں اور چمگادڑ اپنے پروں کے ساتھ آگ بجھاتا تھا۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ مینڈکوں کو قتل نہ کیا کرو۔ کیونکہ ان کا ٹرانا تسبیح ہے اور چمگادڑ کو قتل نہ کرو۔ کیونکہ جب بیت المقدس کو جلایا گیا تھا اور اس نے دعا کی تھی کہ اے میرے رب! مجھے سمندر پر مسلط کردے تاکہ میں اسے خراب کرنے والوں کو غرق کردوں۔

---

① علوم الحدیث :ص46

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان دونوں کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ چمگادڑ کے متعلق یہ دونوں موقوف ہیں اور ان کی سند صحیح ہے۔[1]

اور انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ آدمی کا حسب اس کا دین ہے اس کی مروت اس کا خلق ہے اور اس کا اصل اس کا عقل ہے۔ اور اس کے بعد کہا ہے کہ اس موقوف کی اسناد صحیح ہے۔[2]

ب۔ موقوف حسن

اس کی مثالوں میں سے وہ ہے جو انہوں نے کتاب الجنائز "باب إهالة التراب فى القبر بالمساحى والأيدى" میں ابوامامہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ ایک آدمی فوت ہوا تو اسے کوئی نیکی نہیں پہنچی مگر یہ کہ اس نے ایک قبر پر تین مٹھیاں مٹی کی ڈالی تھیں اس نیکی کی وجہ سے اس کے گناہوں کی مغفرت ہوگئی تھی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کا درجہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ موقوف حسن ہے۔[3]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کے حسن ہونے کا حکم اس لیے لگایا ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں نعیم بن حماد خزاعی ہے اور وہ صدوق ہے، بہت خطاء کرتا ہے۔ احمد، ابو حاتم اور ایک روایت میں ابن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے جبکہ امام نسائی اور ایک روایت میں یحییٰ بن معین نے اسے ضعیف کہا ہے[4] اور اس سند کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں۔

ج۔ موقوف ضعیف

اس کی مثالوں میں سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جو انہوں نے کتاب الصدقات "باب من قال لا يخرج صدقة قوم منهم من بلدهم، وفى بلدهم من يستحقها" میں روایت کیا ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زکوٰۃ نہ نکالی جائے مگر قرابت دار کے لیے۔

اور اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ یہ موقوف ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔[5] امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف اس لیے کہا ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں سوار بن مصعب ہمدانی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے آئمہ نے اسے متروک کہا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں کسی اور جگہ میں اس راوی پر حکم لگایا ہے۔[6]

کئی دفعہ امام بیہقی رحمہ اللہ موقوف کی سند میں واقع انقطاع کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کی مثالوں میں ایک عمر

---

① السنن الکبری :9/ 318

② السنن الکبری :10/ 195

③ السنن الکبری :3/ 41

④ المغني في الضعفاء لشمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبى :2/ 700،تحقيق نور الدين عتر

⑤ السنن الکبری :10/ 7

⑥ السنن الکبری :2/ 252

بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے جوانہوں نے کتاب الحدود "باب درء الحدود بالشبهات" میں روایت کیا ہے کہ جب تم ہمارے پاس حاضر ہوا کرو تو تم سے جتنا ہو سکے۔ معافی کا سوال کیا کرو کیونکہ میں تمہیں معاف کرنے میں خطا کر جاؤں تو یہ میرے نزدیک تمہیں سزا دینے میں غلطی کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ منقطع اور موقوف ہے۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے انقطاع کے ساتھ معلول قرار دیا ہے۔ کیونکہ صالح بن صالح بن حی ہمدانی نے اپنے شیخ کا نام نہیں لیا بلکہ اسے اپنے قول بلغنی اور بلغنا ان عمر۔۔۔ کے ساتھ مبہم رکھا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایسی بہت سی اسانید کو انقطاع کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے جن میں راوی نے حدثنی رجل من أهل البصرة اور شيخ من قريش کہا ہو۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اسے مجہول العین والحال سمجھتے ہیں اسی لیے وہ سند پر منقطع ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔(2)

موقوف حدیث کا حکم

امام بیہقی رحمہ اللہ نے قوت کے اعتبار سے اپنا موقف چند طبقات پر بیان کیا ہے۔

پہلا طبقہ	کتاب اللہ
دوسرا طبقہ	سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
تیسرا طبقہ	اجماع جب کتاب وسنت کی کوئی دلیل نہ ہو
چوتھا طبقہ	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی صحابی یہ بات کہے کہ ہم ان میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں پاتے
پانچواں طبقہ	صحابہ کرام کا اختلاف
چھٹا طبقہ	ان طبقات میں سے کسی پر قیاس کرنا

جب کتاب وسنت موجود ہو تو ان کو ترک کر کے کسی اور دلیل کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا اور علم تو اعلیٰ دلیل ہی سے لیا جائے گا اور ان دلیلوں میں سے جو سابقہ طبقہ ہے اس کی اتباع اس کے بعد والی حجت کی اتباع سے زیادہ اولیٰ ہے۔(3)

امام بیہقی رحمہ اللہ موقوف کے تمام پہلوؤں اور جزئیات کو احاطہ تحریر میں لائے ہیں اور موقوف کی یہ انواع صرف ذکر ہی نہیں کیں بلکہ انہیں حدیثی فنون اور فقہی استنباطات کے ساتھ آراستہ کیا ان کی کتاب میں اتنا وسیع مقدار میں مواد کا ہونا بھی اس کی تحقیق و چھان بین کرنے اور سند و متن کے اعتبار سے ان پر احکام جاری کرنے کے آگے رکاوٹ نہیں بنا بلکہ امام بیہقی نے یہ تحقیقی کام پوری طرح سر انجام دیا۔

---

① السنن الکبری :8/ 238

② السنن الکبری :3/ 4،31/ 54

③ المدخل إلى السنن الكبرى :ص109- 111

مقطوع اور اس کے متعلقات

تعریف

مقطوع حدیث سے مراد وہ قول یا فعل ہے جو کسی تابعی کی طرف منسوب کیا جائے خواہ تابعی بڑا ہو یا چھوٹا اور اس کی جمع مقاطع اور مقاطیع آتی ہے۔[1]

السنن الکبریٰ میں مقطوع کا فن

امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب السنن الکبریٰ مقطوع حدیث کے بارے میں اہم مصادر میں سے سمجھی جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کا وافر اہتمام کیا اور اس کے جمع کرنے اور اسے تصنیف کرنے میں نہایت توجہ دی ہے۔ چنانچہ انہوں نے تابعین کے اقوال سے استشہاد میں انتہائی وسعت سے کام لیا ہے اور ان کے استعمالات میں کئی طریقے اختیار کئے ہیں اور انہوں نے اس باب میں صحیح ترین متن پر اعتماد کیا ہے۔

باب کی حدیث کو مضبوط اور قوی کرنے میں مقطوعات کا استعمال

امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب السرقۃ کے باب غرم السارق میں سمرہ بن جندب کی یہ مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ:

"علی الید ما أخذت حتی تؤدیہ"

پھر اس کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کا ایک اور طرق بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ حدیث جس کی خبر ہمیں أبو عبد اللہ الحافظ الحاکم نے دی ہے پھر عبد الرحمن بن عوف کی مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ

"لا يغرم السارق إذا أقيم عليه الحد"[2]

ایک اور روایت میں ہے لا يغرم صاحب السرقة[3] پھر اس کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کوئی ایک علل کی بناء پر معلول قرار دیا ہے ان میں سے ایک اضطراب ہے، ایک انقطاع ہے اور ایک اس کے کسی راوی کا مجہول ہونا ہے پھر یہ روایت لائے ہیں کہ

"کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے مال میں سے اس کے دل کی خوشی کے بغیر لے۔"[4]

اس کے بعد انہوں نے دو مقطوع اثر بیان کیے ہیں۔

ایک تو حسن بصری کا ہے اور ایک ابراہیم نخعی کا

حسن کہتے ہیں کہ

---

① علوم الحدیث :ص 47

② السنن الكبرى :3/ 182- 183

③ سنن النسائي، كتاب قطع السارق، باب تعليق يد السارق في عنقه

④ السنن الكبرى :8/ 277

"چور نے چوری کی ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور وہ مسروقہ مال کا ضامن بھی ہو گا۔"

اور ابراہیم نخعی کہتے تھے کہ

"چور مسروقہ مال کا ضامن ہو گا چاہے اس نے وہ مال ضائع کر دیا ہو یا نہ ضائع کیا ہو اور اس کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا۔"[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ کے اس عمل سے اس جگہ یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ وہ اس باب میں وارد مرفوع حدیث کو ضعیف قرار دینے کی طرف مائل ہیں اور وہ وہی حدیث ہے جو ابھی ذکر ہوئی اور انہوں نے اس باب کے شروع میں ذکر کی ہے کہ "ہاتھ نے جو کچھ پکڑا ہو وہ اس کے ذمہ ہوتا ہے جب تک اس کو ادا نہ کر دے۔"

کیونکہ یہ حدیث سمرہ بن جندب سے بطریق حسن بصری مروی ہے اور اکثر حفاظ حدیث حسن بصری کا سمرہ بن جندب سے عقیقہ کی حدیث کے علاوہ سماع ثابت نہیں سمجھتے اور حسن نے اس حدیث میں سمرہ سے سماع کی صراحت کی ہے۔[2]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی 'سنن کبریٰ' کی مختلف مناسبات میں اس کی صراحت کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ اکثر اہل علم نے سمرہ سے حسن بصری کی روایت سے بے رغبتی کی ہے اور بعض اس طرف بھی گئے ہیں کہ حسن نے سمرہ سے عقیقہ کی حدیث کے علاوہ کچھ نہیں سنا پھر اس کے بعد اس کی تفصیل بیان کی ہے کہ شعبہ نے کہا ہے کہ حسن نے سمرہ سے نہیں سنا۔ ابن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حسن نے سمرہ سے کچھ نہیں سنا بلکہ سمرہ کی کتاب سے بیان کرتے تھے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ علی بن مدینی تو یہ کہتے ہیں کہ حسن بصری رحمہ اللہ کا سمرہ بن جندب سے سماع ثابت ہے۔[3] اسی سے پتہ چل رہا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ مرفوع حدیث کو ضعیف قرار دے رہے ہیں اور وہ ان کے پلڑے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ جنہوں نے کہا تھا کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے سمرہ سے نہیں سنا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اس کے مدمقابل آنے والی حدیث اس سے بھی سخت ضعیف ہے تو انہوں نے باب کی حدیث کو مقطوع احادیث کے ساتھ مضبوط کیا جو ان کے لیے میسر تھیں تاکہ وہ ان کے ذریعے حسن بصری رحمہ اللہ والی مرفوع حدیث کو تقویت پہنچائیں اور اس کا اپنے معارض آنے والی حدیث پر راجح ہونا ثابت کریں تو اسی لیے انہوں نے حسن بصری اور ابراہم نخعی کا قول نقل کیا ہے۔

مقطوعات کا اقسام

السنن الکبریٰ میں مقطوعات کی درج ذیل اقسام ہیں:

الف۔ مقطوع قولی

اس کی مثال وہ ہے جو امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الجنایات باب ایجاب القصاص علی القاتل دون غیرہ میں تابعی طلق بن حبیب کا قول جو کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول فلا یسرف فی القتل[4] کے متعلق ہے ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس

---

① السنن الکبری :8/ 268

② التاریخ یحیی بن معین لیحیی بن معین :4/ 229

③ السنن الکبری :8/ 36

④ سورة الإسراء : 33

کے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل نہ کرے اور اس کا مثلہ نہ کرے۔[1]

ب۔مقطوع فعلی

اس کی مثال وہ ہے جو انہوں نے کتاب الصلوۃ، باب الجمع فی المطریین الصلوٰتین میں عمر بن عبدالعزیز کا فعل ذکر کیا ہے کہ جب بارش ہوتی تھی تو وہ مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر لیتے تھے۔سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، ابو بکر بن عبدالرحمن اور اس وقت کے مشائخ ان کے ساتھ نماز پڑھتے اور وہ اس کا انکار نہیں کرتے تھے۔[2]

تو اس طرح گویا السنن الکبریٰ ایک بہت بڑی تعداد کی صورت میں مقطوع احادیث پر مشتمل ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے بڑی مقدار میں مقطوعات کی اسانید بھی ذکر کی ہیں۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی انواع میں سے ہر نوع کے ساتھ اپنا منہج واضح کیا ہے اور صحت وضعیف کے اعتبار سے قوت کا درجہ بھی بیان کیا ہے۔

---

① السنن الکبری :8/ 25

② السنن الکبری :3/ 129

2

فصلِ دوم

درایتی اصول(داخلی نقد)

درایتی اصول (داخلی نقد)

غریب اوراس کے متعلقات

1. غریب کی تعریف اورامام بیہقی کا اہتمام

لغوی معنی

اپنی ہم جنس اشیاء کے درمیان بے نظیر چیز کو غریب کہتے ہیں۔[1]

اصطلاحی معنی

محدثین کی اصطلاح میں غریب وہ حدیث کہلاتی ہے جسے بیان کرنے والا ایک ہی رہ جائے اور کبھی یہ ثقہ ہوتا ہے اور کبھی ضعیف[2] اسی لیے غریب حدیث صحیح اور غیر صحیح کی طرف منقسم ہو جاتی ہے۔[3]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے غریب حدیث کی طرف بھی کافی توجہ دی ہے جب بھی ان کی 'سنن کبریٰ' میں کوئی غریب حدیث آتی تو وہ ضرور واضح طور پر اس سے خبردار کرتے۔ اپنے اجتہاد اور بحث و تحقیق سے[4] یا سابقہ حفاظ حدیث کے اقوال کے ذریعے اس پر غریب ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور اسی طرح انہوں نے غریب احادیث کی بحث میں کبھی تو جزم کے ساتھ غریب ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا ہے اور اسی پر ان کی رائے ٹھہر چکی ہے یا پھر کبھی تردد کی صورت میں وہ غرابت کا قطعی حکم لگانے سے گریز کرتے ہیں اور ایسا اس وقت کرتے ہیں جب ان کے پاس حاضر دلیلیں جزم کے ساتھ غرابت کا حکم لگانے سے قاصر ہوں۔

اکثر طور پر بیہقی بعض ایسی احادیث کی طرف بھی توجہ دیتے ہیں جن میں بظاہر غرابت کا وہم ہوتا ہے تاکہ ان سے غرابت کا وہم دور کریں اور ان حفاظ حدیث کا رد کریں جنہوں نے ان میں غرابت کا خیال ظاہر کیا ہے اور ان کے اقوال کو کمزور کر کے دکھائیں اور ان سب میں انہوں نے حجت و دلیل سے بات کی ہے۔[5]

امام بیہقی رحمہ اللہ غریب حدیث کے ساتھ فن حدیث وفقہ کی روشنی میں معاملہ کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بعض غریب احادیث کو صحیح یا حسن قرار دیتے ہیں اور حدیثی فنون کے تقاضوں کی روشنی میں قبول کرتے ہیں۔

---

① الكليات معجم في المصطلحات والفروق اللغوية از أبو البقاء أيوب بن موسى :3/ 296

② الباعث الحثيث شرح مختصر علوم الحديث از عماد الدين إسماعيل بن عمر ابن كثير :ص162

③ التقريب الإرشاد مختصر علوم الحديث لإبن الصلاح، أبو زكريا يحيي بن شرف نووي :ص32

④ السنن الكبرى :1/ 447

⑤ السنن الكبرى :4/ 159

امام بیہقی رحمہ اللہ کا غریب حدیث پر متنبہ کرنا

جب بھی 'سنن کبریٰ' میں کوئی غریب حدیث وارد ہوتی ہے تو امام بیہقی رحمہ اللہ اس پر تنبیہ کرنے کی طرف بہت توجہ دیتے ہیں اور ان کی ان تنبیہات کے زیادہ تر یہی حدیثی اور فقہی مقاصد ہوتے ہیں جو اس نوع سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس محنت کے پیچھے ان کا مقصد صرف خالی تنبیہ نہیں ہے، بلکہ امام بیہقی رحمہ اللہ کا دوراس مقصد یہی ہوتا ہے جس کی بناء پر وہ غریب ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کے اس مسلک پر دلالت کرنے والے شواہد میں سے وہ حدیث ہے جو انہوں نے کتاب الجنائز میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک آدمی تھا اس کی اونٹنی نے اسے گرادیا تھا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی تھی تو وہ فوت ہو گیا تھا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"اسے غسل دو اور خوشبو اس کے قریب نہ کرو اور نہ ہی اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہی اٹھے گا۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں اسے مسلم نے اپنی صحیح میں بطریق عبد بن حمید، عن عبداللہ بن موسیٰ اسی طرح سے روایت کیا ہے۔[1] حالانکہ اس کی اسناد اور متن میں اس کے کسی راوی سے وہم کا نتیجہ ہے اور صحیح وہ ہے جو ہمیں خبر دی پھر وہ صحیح بطریق منصور عن الحکم بن عتبہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس بیان کی کہ:

ایک محرم آدمی کو اس کی اونٹنی نے گرا کر اس کی گردن توڑ دی تھی جس سے وہ فوت ہو گیا تھا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تھا تو آپ نے کہا تھا:

" اسے غسل دو اور کفن پہناؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو اور خوشبو اس کے قریب نہ کرو۔ کیونکہ یہ تلبیہ کہتا ہی اٹھایا جائے گا"۔

پھر امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ اسے بخاری نے صحیح میں بطریق قتیبہ روایت کیا ہے[2] اور یہی صحیح ہے اور اس کے متن میں (ولا تغطوا رأسه) کا لفظ ہے اس کی جگہ جس نے لا تغطوا وجهه کا لفظ بولا ہے وہ غریب ہے جو کہ ابو زبیر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اور وجهه کا لفظ شک کی بنا پر ذکر کیا ہے اور ان راویوں کی جماعت کی روایت جنہوں نے شک نہیں کیا اور اس حدیث کے الفاظ کو اچھی طرح بیان کیا ہے وہ محفوظ ہونے کے زیادہ لائق ہے۔[3] واللہ أعلم

یہ مثال حدیثی فن کی کئی انواع پر مشتمل ہے:

1. متن حدیث میں غرابت پر تنبیہ
2. سند حدیث میں وہم پر تنبیہ
3. اس وہم کے متعلق دقیق انکشاف کا ہونا

---

① صحيح المسلم، كتاب الحج، باب ما يفعل بالمحرم إذا مات

② صحيح البخاري، كتاب الحج، باب ما ينهى من الطيب للمحروم

③ السنن الكبرى :3/ 293

4. اس غرابت کاایسی صحیح حدیث میں ہوناجسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیاہے۔

5. ابوزبیر محمد بن مسلم کے طریق کاذکر جس نے اس حدیث میں وجههٗ کاذکر کیاہے جبکہ ایک پوری جماعت نے رأسهٗ کالفظ ذکر کیاہے توامام بیہقی رحمہ اللہ نے جماعت کی روایت کوابوزبیر کی روایت پر ترجیح دی ہے جماعت نے چونکہ اس میں اختلاف نہیں کیااس طرح کی صورت میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا منہج یہ ہے کہ وہ ان کی روایت کو لیتے ہیں جنہوں نے اس میں اختلاف نہ کیاہواوراسے اختلاف واقع ہونے والی روایت پر ترجیح دیتے ہیں۔[1]

6. اس میں حدیثی فن ونقدروایات کی حیثیت سے صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر فوقیت بھی ظاہر ہورہی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کا بعض احادیث میں غرابت کے وہم کودور کرنا

یہ وہ احادیث ہیں جن کے متعلق بعض اہل حدیث کو غرابت کا وہم ہوتاہے تو وہ اپنے علم کے مطابق اس کے متعلق بالجزم غریب ہونے کافیصلہ کرتے ہیں حالانکہ اس میں غرابت کانہ ہوناہی درست ہوتاہے۔

اور اس کی مثالوں میں سے زید بن ثابت کی وہ حدیث ہے جو کہ کتاب الحج میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے احرام باندھنے کے لیے غسل کیا۔[2]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کے بعد کہاہے:

ابن صاعد نے کہاہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم نے یہ حدیث ابوغزیہ سے سنی ہے۔[3]

ابن صاعد اگرچہ کبار حفاظ حدیث میں سے تھے مگرانہوں نے اس حدیث پر غرابت کا حکم لگانے میں وہم کیاہے۔امام بیہقی نے اس کے تین طرق اور بیان کیے ہیں۔[4]

السنن الکبریٰ میں غریب الحدیث کافن

امام بیہقی رحمہ اللہ نے غریب الفاظ حدیث کی طرف ایسی شکل میں بکثرت توجہ دی ہے جسے ہر وہ شخص دیکھتاہے جو 'سنن کبریٰ' کا مطالعہ کرتاہے امام بیہقی کی کتاب میں جوالفاظ بھی غریب اور مبہم تھے انہوں نے بڑی وضاحت سے ان کی تفسیر کی ہے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ اپنی کتاب 'السنن الکبریٰ' میں اس فن میں لکھی جانے والی سب سے بڑی کتاب پوری کی پوری سمودیتے اور وہ کتاب ابوعبید قاسم بن سلام ہروی کی ہے جو کہ انہوں نے دوسری اور تیسری صدی میں لکھی تھی اور وہ 224ھ میں فوت ہوئے تھے۔[5] انہوں نے اس

---

① السنن الكبرى :2/ 259- 256

② مؤطا إمام مالك ، كتاب الحج، باب الغسل للإهلال ، عن ابن عمر من فعله

③ تذكرة الحفاظ لشمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي:2/ 772

④ السنن الكبرى :5/ 32- 33

⑤ تاريخ بغداد أو مدينة السلام لأبو بكر أحمد بن علي خطيب بغدادي:12/ 403- 412

کتاب کے لکھنے میں چالیس برس صرف کئے تھے اور اپنے دور سے پہلے کی لکھی ہوئی کتابوں کی بنسبت اس میں مواد زیادہ جمع کیا ہے اور اہل علم کے نزدیک اس کتاب نے ایک بہت بڑا مقام حاصل کیا تھا اور یہ کتاب اس فن میں لکھنے والوں کے لیے ایک نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے جیسا کہ حافظ ابن صلاح نے کیا ہے۔[1] اور ابو عبید کی یہ کتاب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے عبداللہ نے اپنے باپ امام احمد کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اسے بہت سراہا تھا اور ابو عبید کے لیے دعا دی تھی کہ اللہ اسے جزائے خیر دے۔[2]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ابو عبید کی کتاب سے خوب فائدہ اٹھایا ہے اسی طرح انہوں نے اس کے علاوہ غریب الحدیث میں لکھی جانے والی دیگر کتب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ لیکن انہوں نے ان کتب سے صرف چند مناسب مقامات پر ہی کام لیا ہے۔

یہ ان کا وہ منہج واسلوب ہے جس پر وہ اپنی سنن میں چلے ہیں۔ وہ ان مفرد الفاظ کو بیان کرتے اور ان سے مرادی معانی کی توضیح کرتے اور اس میں ان کا زیادہ تر اعتماد فن کے اساطین پر تھا اور انہوں نے خود اس غریب الفاظ حدیث کو بیان کرنے سے صرف احتیاط کی بناء پر ہی گریز کیا ہے ورنہ فنون لغت میں ان کی مہارت میں کچھ کمی نہ تھی۔ کیونکہ وہ فن لغت میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور فن لغت میں ان کی یہ وسعت ان کی کتاب الرد علی الانتقاد علی الشافعی فی اللغۃ میں واضح طور پر ظاہر ہوئی ہے۔ کیونکہ یہ کتاب انہوں نے ان کے رد میں لکھی ہے جو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کو لغوی اوہام ہو گئے تھے تو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان کا رد ایسے لغوی قوی دلائل سے کیا ہے جو ان کے اس فن میں وسیع اور راسخ و مضبوط ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

یہ احتیاطی منہج جس پر امام بیہقی رحمہ اللہ چلے ہیں۔ یہ وہی منہج ہے جس پر ان سے قبل امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ چلے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں وارد غریب الفاظ کی تفسیر کرنے سے وہ خود بچتے اور احتیاط کرتے تھے اور غریب الفاظ کی تفسیر کے لیے اس فن کے آئمہ کا حوالہ دے دیتے اور سائل کو ان کی طرف بھیج دیتے تھے۔

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ سے حدیث میں وارد ایک غریب لفظ کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے کہا یہ اصمعیٰ سے پوچھ لو۔ کیونکہ وہ اس کو ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔[3]

اور جب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک حدیث کے غریب لفظ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہ کہ تم اس لفظ سے متعلق اصحاب غریب (اہل لغت) سے پوچھو۔ کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اپنے ظن سے کچھ کہوں تو خطا کر جاؤں۔[4]

---

① علوم الحديث :ص272

② نزهة الباء في طبقات الأدباي لإبن الأنباري:ص139

③ فتح المغيث شرح ألفية الحديث لمحمد بن عبد الرحمن بن محمد سخاوى :3/ 51

④ علوم الحديث لإبن الصلاح :ص272

منکر اور اس کے متعلقات

منکر کی تعریف اور امام بیہقی رحمہ اللہ کا موقف

لغوی معنی

منکر لغت میں انکرہ ینکرہ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی کی چیز کا انکار کرے یا اسے نہ پہچانے۔[1]

اور ہر اس چیز پر بھی منکر کا لفظ استعمال ہو جاتا ہے جس سے تجھ کو نفرت ہو اور تو اسے ناپسند کرے۔[2]

اصطلاحی معانی

محدثین کے نزدیک اس کا اصطلاحی معنی متعین کرنے میں دو قسمیں ہیں :

الف۔ نکارت کا لفظ اس حدیث یا حدیث کے ٹکڑے پر بولتے ہیں جسے اس کا مستور راوی یا سوئے حفظ کے ساتھ متصف راوی یا انہی طرح کا کوئی راوی جس کی حدیث بغیر کسی تقویت دینے والی دلیل کے قبول نہ کی جاتی ہو بیان کرنے میں اکیلا ہی رہ گیا ہو اور اس کی یہ روایت ثقہ راوی کی روایت کے مخالف بھی ہو تو اس نے جو روایت کی ہے اسے منکر کہا جائے گا اور اس کے مدمقابل ثقہ راویوں نے جو روایت کی ہے اسے معروف کہا جائے گا۔[3]

ب۔ منکر کا لفظ اس حدیث یا حدیث کے ٹکڑے پر بولا جاتا ہے جس کا راوی اسے بیان کرنے میں اکیلا ہی رہ گیا ہو چاہے وہ راوی ثقہ ہو یا ضعیف، اس نے کسی دوسرے راوی کی اپنی حدیث بیان کرنے میں مخالفت کی ہو یا نہ کی ہو۔[4]

ان دونوں مذہبوں میں سے پہلا مذہب معتمد ہے اس کے منکر نام رکھنے پر اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے اور متاخرین نے منکر کی تعریف کرنے میں اسی کو بطور اصطلاحی تعریف اختیار کیا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ بھی اپنی 'السنن الکبریٰ' میں اسی کے مطابق چلے ہیں۔

چنانچہ وہ عام طور پر نکارت کا حکم اس حدیث پر لگادیتے ہیں جس کو ضعیف راوی اکیلا بیان کرتا ہو یا اس کے اس میں کسی کی مخالفت کی ہو اور کبھی ان مخصوص حالات میں جو اس کی روایت کی تضعیف یا منکر ہونے کا تقاضا کرتے ہوں میں ثقہ راوی کے تفرد پر بھی وہ منکر ہونے کا حکم لگادیتے ہیں۔ دوسرا مذہب تو بعض متقدمین، محدثین کا مذہب ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کے نزدیک منکر کا حکم یہی ہے کہ وہ مردود ہے اور ضعیف ہے کیونکہ یہ حدیث کے رد اور اس کی تضعیف کے مساوی ہے۔

---

① شرح ألفية للسيوطي :ص93

② الكليات في معجم المصطلحات والفروق اللغوية لإبو البقاء أيوب بن موسي عكبري :4/ 185

③ فتح المغيث شرح ألفية الحديث :ص202

④ منهج النقد في علوم الحديث:ص430

نکارت جانچنے میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی مہارت

امام بیہقی رحمہ اللہ نے 'السنن الکبریٰ' میں اصول حدیث کی اصلاحات صحیح، حسن، ضعیف سب جمع کی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی اس کتاب کو وسیع پیمانے کے مطابق لکھاہے اور اس میں کسی معین انتخاب کے مطابق احادیث کی تخریج کی شرط نہیں لگائی۔ وہ ان کے مراتب ضرور بیان کر دیتے ہیں اور اگر ان میں کوئی خفیہ علت بھی ہو تو اس کا بھی انکشاف کر دیتے ہیں اسی طرح وہ کسی حدیث کی توضیح بھی کر دیتے ہیں اور بڑی مہارت کے ساتھ اجتہاد، سنت سے متعلق دیگر نصوص کے احاطہ کے ساتھ اس کی توجیہہ بیان کرتے ہیں اور اس قدر توسع کا اصل محرک اس فقہی غرض کو پورا کرنا ہے جو کہ اس کتاب کے لکھنے کا مقصود اصلی تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے فقہی مسائل کی غرض سے جو ابواب قائم کئے ہیں ان میں جن احادیث کی تخریج کی ہے ان میں بہت سی کمزور اور منکر روایات بھی آ گئی ہیں۔ لیکن ان کا مقصد ان سے احتجاج نہ تھا اور نہ ہی ان کی طرف ان کا رجحان تھا۔ ان کے لانے کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ دلیل کے ساتھ ان فقہاء کے مسلک کی کمزوری ظاہر کریں جنہوں نے ان پر اعتماد کیا یہاں تک کہ اس قسم کی احادیث کا 'السنن الکبریٰ' میں ہونا اس کی خوبیوں میں سے شمار کیا جانے لگا۔ کیونکہ یہ سنن وافر مقدار میں احادیث کے ضعف، نکارت اور خفیہ علتوں کے بیان اور نقد پر مشتمل ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کے ہاں حدیث پر نکارت کا حکم لگانے کے اسباب

امام بیہقی رحمہ اللہ نے منکر حدیث کا کھوج لگایا اور اس کا انکشاف کیا ہے شاید اس میں یہ راز مخفی ہو کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کو یہ اندیشہ ہو کہ فقہاء وغیر ہم جو اس فن سے ناآشنا ہیں ان پر یہ احادیث خلط ملط ہو جائیں گی وہ ان منکر احادیث کو بھی صحیح سمجھ بیٹھیں گے اسی وجہ سے امام بیہقی نے انتھک محنت و مشقت کے باوجود اپنی کتاب میں منکرات کے انکشاف کا اہتمام کیا ہے اور اس میں نہایت مشقت اس لیے برداشت کرنا پڑتی ہے۔ کیونکہ منکر و مردود حدیث منکشف کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس میں حدیث کے رواۃ اور ان کے درجات کی بہت بڑی معرفت مطلوب ہے۔ یہ کام حاضر دماغی، بلند حوصلہ اور مستقل مزاجی کا متقاضی ہے اسی بل بوتے پہ ایک حاذق محدث نصوص کے بحر تلاطم میں غوطہ زن ہو کر منکر روایات کی نکارت سے جانکاری حاصل کر سکتا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ اس میں کامیاب رہے۔

جن اسباب کی وجہ سے امام بیہقی رحمہ اللہ کسی حدیث پر نکارت اور رد کا حکم لگاتے ہیں وہ مختلف قسموں کے ہیں :

1. حدیث کے کسی راوی کا سوئے حفظ یا مستور ہونے یا اسے ضعیف قرار دیئے جانے کے ساتھ متصف ہونا الغرض وہ راوی ایسا ہو کہ اس کی روایت کو تقویت دینے والے امور کے پائے جانے کے بغیر اس پر مقبول ہونے کا حکم نہ لگایا گیا ہو اس کی دو صورتیں ہیں :

الف۔ یہ کہ حدیث بیان کرنے میں راوی اس طرح اکیلا رہ گیا ہو کہ وہ روایت صرف اسی کے طریق سے آ رہی ہو اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس طرح کی بہت سی احادیث پر مردود ہونے کا حکم لگایا ہے صرف اس لیے کہ وہ منکر ہیں۔

اس کی مثالوں میں سے منارے پر اذان دینے اور مسجد میں اقامت کہنے کی روایت ہے جس کے متعلق امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ

یہ حدیث منکر ہے اسے خالد بن عمرو کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا اور وہ ضعیف منکر الحدیث ہے۔ (1)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ

حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ کا وفد ہیں اگر اس سے دعا کریں تو وہ ان کی دعا قبول کرے گا اور اگر وہ اس سے بخشش مانگیں تو وہ انہیں بخش دے گا۔ (2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کے بعد کہا ہے کہ صالح بن عبداللہ منکر الحدیث ہے۔ (3)

ایک اور حدیث میں کہا ہے کہ

یہ حدیث ہم نے نہیں لکھی مگر حارثہ بن ابی الرجال سے اور وہ ضعیف ہے۔ (4)

السنن الکبریٰ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

ب۔ یہ کہ وہ اپنی روایت میں ثقہ راوی کی مخالفت کرنے والا ہو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ قسم اس بات کی متقضی ہے کہ یہ پہلی قسم سے بھی زیادہ مردود اور منکر ہو۔

اس صورت کی امام بیہقی رحمہ اللہ کے ہاں مثالوں میں سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ

"جب غلام اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرے، اس کی بیوی آزاد ہو یا لونڈی، آزاد کی عدت تین حیض ہے اور لونڈی کی عدت دو حیض ہے۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے اسے اسی طرح اپنے موطا میں روایت کیا ہے۔ (5)

پھر کہا ہے کہ یہ اس مسئلہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے پھر اس کے بعد صحابہ کی ان تصریحات کے خلاف دلیلیں ذکر کیں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے عبداللہ بن عمر کی مرفوع روایت ذکر کی ہے کہ:

" لونڈی کی دو طلاقیں ہوتی ہیں اور اس کی عدت دو حیض کا آنا ہوتا ہے۔"(6)

اس حدیث کو مرفوع روایت کرنے میں عمر بن شبیب متفرد ہے اور وہ ضعیف تھا اور صحیح وہی ہے جو سالم اور نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے مرفوعاً بیان کی ہے اور اس کے آخر میں کہا ہے کہ یہ دو وجہ سے منکر اور غیر ثابت ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ عطیہ عوفی ضعیف ہے، سالم اور نافع اس سے زیادہ ثابت و حافظ ہیں اور ان کی روایت زیادہ صحیح ہوتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عمر بن شبیب ضعیف ہے۔ اس کی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی پھر یحییٰ بن معین کا قول اس کی تضعیف

---

① السنن الكبرى :1/ 425

② سنن ابن ماجة ، كتاب المناسك، باب فضل دعاء الحاج

③ السنن الكبرى :5/ 262

④ السنن الكبرى :2/ 34

⑤ مؤطا إمام مالك، كتاب الطلاق، باب ما جاء في طلاق العبد

⑥ سنن ابن ماجة ، كتاب الطلاق، باب طلاق الآته وعدتها

کے بارے میں ذکر کیا ہے۔[1]

اس کی یہ نکارت بیان کر کے امام بیہقی نے ان دونوں حدیثوں کی تردید کی ہے جو کہ ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف تھیں۔ کیونکہ ان ثقہ راویوں نے اسے ابن عمر پر موقوف روایت بیان کی ہے جبکہ یہ دونوں ضعیف عطیہ عوفی اور عمر بن شبیب اسے مرفوع بنا رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا قول قرار دے رہے ہیں۔ ضعیف راوی جب متفرد ہو تو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی تو جب وہ ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف روایت بیان کر رہا ہو تو کیسے قبول کی جا سکتا ہے؟

امام بیہقی رحمہ اللہ کا یہی وہ منہج ہے جس پر وہ چلے ہیں اسی کے مطابق ہر ضعیف راوی کی حدیث جو ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف ہو رد کر دیتے ہیں۔ السنن الکبریٰ میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

2. کسی ثقہ راوی کا خاص مرویات کو بیان کرنے میں اکیلا ہی رہ جانا یا معین صورتوں میں اپنے جیسے ثقہ راویوں کی مخالفت کرنا بھی جملہ منکرات میں سے شمار کیا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ امام بیہقی رحمہ اللہ نے منکر کے استعمال میں بہت وسعت سے کام لیا ہے اور منکر کی ضعیف یا ثقہ کی مخالفت کرنے والے پر محدود نہیں کیا بلکہ منکر ہونے کا حکم عام رکھا ہے حتی کہ ثقہ راویوں کی بعض مرویات کو بھی منکرات میں داخل کر دیا ہے جبکہ وہ خاص صورتوں میں آئی ہو۔

الف۔ جب کوئی ثقہ راوی کسی معین شیخ سے کوئی حدیث بیان کرنے میں متفرد رہ گیا ہو یا اس میں اس نے کسی ثقہ کی مخالفت کی ہو تو اس ثقہ کی روایت پر نکارت کا حکم لگانا۔

اس کے شواہد میں سے ابو ہریرہ کی یہ مرفوع حدیث ہے۔

"الرجل جبار "[2]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ سے یہ الفاظ بیان کرنے میں سفیان بن حسین متفرد ہے۔ امام زہری رحمہ اللہ سے یہ حدیث امام مالک بن انس رحمہ اللہ، لیث بن سعد رحمہ اللہ، ابن جریج رحمہ اللہ، معمر رحمہ اللہ، عقیل رحمہ اللہ اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے روایت کی ہے ان میں سے کسی نے بھی الرجل کا ذکر نہیں کیا۔[3]

سفیان بن حسین امام زہری رحمہ اللہ سے روایت کرنے میں ضعیف ہے تو جس حدیث کو وہ امام زہری رحمہ اللہ سے اکیلا ہی روایت کرے گا وہ منکر ہو گی اور وہ اس حدیث کو وہ امام زہری رحمہ اللہ سے روایت کرنے میں صرف اکیلا ہی نہیں بلکہ اس نے مذکورہ چھ ثقات کی مخالفت بھی کی ہے جو کہ امام زہری رحمہ اللہ سے سماع میں اس کے شریک ہوئے ہیں۔

ب۔ کسی ثقہ راوی کی ان معلوم احادیث پر نکارت کا حکم لگانا جن میں اس نے خطا کی ہو۔

ان ثقہ راویوں میں سے ثابت بن محمد ہے۔ وہ سچے عبادت گزار لوگوں میں سے ہے اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ لیکن اس سے

---

① السنن الکبری :7/ 328-329

② سنن أبو داؤد، كتاب السنن، باب في الداية تنفخ برجلها

③ سنن الكبرى، كتاب إقامة الصلاة، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا

وہم ہوگیا تھا کہ اس نے جابر کا مروی موقوف قول التبسم لا یقطع الصلاۃ ولکن القرقرۃ [1] مرفوع روایت کردیا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے موقوف روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہی درست ہے اور ثابت بن محمد نے اسے مرفوع روایت کیا ہے جو کہ اس کا وہم ہے۔[2]

امام بیہقی رحمہ اللہ اور ان سے پہلے کے حفاظ حدیث نے متن حدیث کی طرف کامل توجہ دی۔انہوں نے بڑی دقت نظری سے ان منکر احادیث کی حد بندی کی جن میں بعض ثقہ راویوں نے وہم اور غفلت کی بناء پر خطا کی تھی۔

ج۔ کسی ثقہ راوی کی کسی ایسی معین حدیث پر نکارت کا حکم لگانا جسے اس نے پہلے بیان کیا تھا پھر اس نے اسے ترک کر دیا تھا 'السنن الکبریٰ' میں اس کی مثالوں میں سے وہ حدیث ہے جو امام بیہقی رحمہ اللہ نے کفارۃ یمین کے متعلق وارد ہونے صحیح احادیث روایت کرنے کے بعد عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث روایت کی ہے۔

"جس چیز کا ابن آدم مالک نہیں ہے اس میں نہ قسم اور نہ نذر ہے اور نہ ہی اللہ کی نافرمانی میں اور نہ ہی قطع رحمی میں اور جس نے کوئی قسم کھائی پھر اس سے بہتر کچھ اور کرنا دیکھا ہو تو پہلے کام کو چھوڑ دے اور بعد والا بہتر کام کرے کیونکہ پہلے کو ترک کرنا ہی اس قسم کا کفارہ سمجھا جائے گا۔"[3]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تمام احادیث ان الفاظ "ولیکفر عن یمینه إلا یعبأ به" کے ساتھ ہیں۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے کہا ہے:

میں نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا تھا کہ یحییٰ بن سعید نے یحییٰ بن عبید اللہ سے روایت کی ہے تو امام احمد رحمہ اللہ نے کہا تھا کہ یحییٰ نے اس کے بعد ترک کر دیا تھا اسے اور وہ اس لائق ہی تھا کہ اسے ترک کیا جائے۔احمد بن حنبل نے کہا تھا کہ اس کی احادیث منکر ہیں اور اس کا باپ غیر معروف ہے۔[4]

امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی اس بات سے پتہ چلا کہ یحییٰ بن سعید قطان نے یحییٰ بن عبید اللہ کو ثقہ قرار دینے سے رجوع کر لیا تھا اور اس کی حدیث کو ترک کر دیا تھا اور اسی سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ مرویات تحقیق کے بعد منکر ثابت ہوئی ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی 'السنن الکبریٰ' میں منکرات کو واضح کرنے والے ہیں۔ان کی ان مذکورہ بالا وافر مثالوں اور مختلف شواہد کے درمیان سے منکرات کے بیان اور انکشاف میں مزید اضافہ ہوتا ہے اس سے مزید پتہ چلتا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کسی حدیث پر نکارت کا حکم بڑی گہرائی اور مضبوطی کے ساتھ لگاتے ہیں۔

---

① سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا

② السنن الكبرى :2/ 156

③ كنز العمال از علي متقي هندي :46469

④ الكامل في الضعفائي لأبو أحمد عبد الله بن عدى جرجاني :7/ 166

معلل اور اس کے متعلقات

معلل کی تعریف

لغوی تعریف

معلل لغت میں علت بمعنی مرض سے ماخوذ ہے اور صاحب مرض کو معتل کہتے ہیں۔ابن عربی نے کہاہے عل المریض یعل فھو علیل اور علل کامعانی دوسری دفعہ پانی پینا بھی ہوتاہے۔

لغوی اور اصطلاحی معانی کے درمیان مناسبت وربط یہ ہے کہ حدیث میں یکے بعد دیگرے نظر دوڑانے سے علت معلوم ہوتی ہے۔(1)

اصطلاحی تعریف

معلل(XE "معل")ایک ایسی خبر کو کہتے ہیں جس کا ظاہر ہر علت سے صحیح سلامت معلوم ہو۔لیکن اس میں تفتیش کے بعد کسی ایسی خفیہ علت پر اطلاع پالی گئی ہو جو کہ اس کی صحت میں دراڑیں پیدا کردے۔(2)

امام سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

" یہ قسم علوم حدیث کی قسموں میں سے انتہائی مخفی،دقیق ترین قسم ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس میں صرف اس فن کے ماہرین کبارِ علماء نے گفتگو کی ہے جو کہ احادیث کو یاد رکھنے والے،پوری خبر رکھنے والے اور روشن فہم والے ہیں جیسا کہ علی بن مدینی،احمد بن حنبل،بخاری، یعقوب بن شیبہ،ابو حاتم،ابوزرعہ اور دار قطنی ہیں۔"(3)

حدیث معلل(XE "معل")کے متعلق امام بیہقی رحمہ اللہ کی مہارت

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث کی اس اہم نوع کو خاص اہمیت دی ہے۔اسے معمولی نہیں سمجھا بلکہ اسے ایک وسیع،بلندی والا اور عظیم مرتبہ والا ایک مستقل علم سمجھاہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علم ثقہ اور حفاظ حدیث کی مروی احادیث کے ساتھ مختص ہے اور اس میں ضعیف اور متروک راویوں کی روایت داخل نہیں مگر یہ کہ ثقہ راوی ان سے روایت کریں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے جو علل الحدیث کے انکشاف کا اتنا پختہ اہتمام کیا ہے اس کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ

یہ ہے کہ فن علل حدیث کا علوم الحدیث میں ایک بہت بڑا مقام و مرتبہ ہے۔کیونکہ یہ فن اہم،وسیع ترین، مخفی ترین اور دقیق

---

① العلل في الحديث لهمام عبد الرحيم سعيد :ص15- 17

② فتح المغيث شرح ألفية الحديث لمحمد بن عبد الرحمن سخاوي :1/ 105

③ العلل في الحديث لهمام عبد الرحيم سعيد :26

ترین علوم میں سے ہے۔اگر یہ فن نہ ہوتا تو صحیح حدیث، سقیم وضعیف حدیث کے ساتھ گڈ مڈ ہو جاتی تھی کیونکہ خفیہ علتیں ثقہ راویوں کی احادیث میں واقع ہوتی ہیں اور ثقہ راویوں کی احادیث سے حجت پکڑی جاتی ہے تو علل الحدیث کا علم اس لیے تیار کیا گیا ہے تاکہ ان کی مرویات میں بھی صحیح حدیث کو معلول حدیث سے ممتاز کر دیا جائے۔[1]

دوسری وجہ

یہ کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس فن کے اہتمام کرنے میں اپنے شیخ ابو عبد اللہ حاکم کی راہنمائی سے پورا فائدہ اٹھایا اور ان سے بہت سا علم حدیث حاصل کیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ وہ پہلے حافظ حدیث ہیں جنہوں نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ معرفت علل الحدیث ایک مستقل علم ہے حالانکہ اسے علم حدیث کی اقسام میں سے ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔

چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں :

''معرفت علل الحدیث صحیح وسقیم اور جرح وتعدیل کے علاوہ ایک مستقل علم ہے۔''[2]

علم کی اس قسم کے دائرے کی وسعت کا علم بھی امام حاکم ہی سے حاصل ہوا ہے۔اس لیے وہ کہتے ہیں :

''معلل وہ حدیث ہے کہ جس کی علت پر واقف ہوا گیا ہو یا کسی راوی کو وہم لگ گیا ہو یا کسی ایک نے اسے مرسل روایت کیا اور دوسرے نے وہم کے ساتھ اسے موصول بیان کر دیا ہے(۲)۔

نیز فرماتے ہیں :

''ثقہ راویوں کی احادیث میں علت بکثرت پائی جاتی ہے وہ اس طرح کہ کوئی ایسی حدیث بیان کریں جس میں کوئی علت ہو پس اس کا علم ان پر مخفی رہ جاتا ہے تو وہ حدیث معلول ہو جاتی ہے اور ہمارے نزدیک حجت صرف حفظ حدیث، مہم حدیث اور معرفت حدیث ہے۔''[3]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے مرویات کی علل کے متعلق حفاظ حدیث کی طرح خود اپنے قطعی فیصلے صادر فرمائے اور ان کے صادر ہونے والے فیصلے صحت وقوت اور گہرائی میں حفاظ حدیث کے اقوال کے درجے سے کم نہیں ہیں۔امام بیہقی رحمہ اللہ کو تو یہ ملکہ اس قدر حاصل ہو گیا تھا کہ وہ اپنے فن میں بے مثال گردانے جاتے تھے۔ حفاظ حدیث میں سے اگر کسی کو روایت میں وہم، خطا یا قصور واقع ہو گیا تھا تو وہ اس کی بھی نشاندہی کر دیتے تھے اور درست بات سامنے لے آتے تھے۔اسے مثالوں سے تقویت دیتے تھے اور جس چیز نے اس طرح کی تحقیق میں ان کی مدد کی وہ بے حساب اسانید ومتون میں صحیح پیمانے پر جستجو، تلاش اور علل الحدیث کی دقیق معرفت ہے۔

وہ جب کسی بھی حدیث میں کسی علت پر واقف ہوتے ہیں تو اسے بڑی وضاحت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ

---

① معرفة علوم الحديث لأبی عبد الله محمد بن عبد الحاكم :ص112

② أيضا :ص119

③ أيضا :ص113

روایت کو درست وجہ سے بھی ذکر کر دیتے ہیں۔اس کی مثالوں میں سے 'السنن الکبریٰ' کی "کتاب الصلوۃ" میں وارد یہ حدیث ہے عن جعفر بن سلیمان عن علی بن علی عن أبوالمتوکل عن أبی سعید خدری کہ

رسول اللہ ﷺ جب رات کے وقت اٹھ کر نماز شروع کرتے تو کہتے تھے۔

"سبحانک اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا إله غيرك...."[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام ابو داؤد رحمہ اللہ سے کہا ہے کہ یہ

"حدیث جعفر نے علی بن علی سے انہوں نے حسن سے مرسل بیان کی ہے اور اس میں اس کے راوی جعفر نے وہم کیا ہے۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس پر تعلیق چڑھاتے ہوئے کہا ہے کہ سبحانك اللهم وبحمدك الخ کے ساتھ نماز شروع کرنے کے متعلق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مختلف طرق سے مرفوع روایتیں مروی ہیں اور سب سے زیادہ صحیح اس بارے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا موقوف اثر ہے پھر انہوں نے وہ اثر اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔[2]

امام بیہقی رحمہ اللہ کے اس عمل سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے علت بیان کرنے میں امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے قول پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کی تخریج کی اور ان پر نئی پہلو سے فوائد کا اضافہ کیا بلکہ اس مرفوع کے تین اور طرق ذکر کئے اور ان کا درجہ بھی بیان کیا پھر اپنی بات کو ایک زائد فائدے کے ساتھ ختم کیا اور وہ یہ ہے کہ یہ حدیث صرف عمر بن خطاب سے موقوفاً صحیح ہے اور ہر روایت جس میں یہ متن مرفوع بیان کیا گیا ہے وہ معلول ہے اور یہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی طرف سے ایک قوی فیصلہ ہے اور یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جس کے ہوتے ہوئے یہ ضرورت ہی نہیں رہتی کہ ہم اس موقوف حدیث کے دوسرے معلول طرق واسانید میں سے آخری طریق تلاش کرنے تک وسعت سے کام لیں۔

اسناد حدیث میں واقع ہونے والی علت کا بیان

اس کی مثال "کتاب الزکوۃ" میں وارد انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا۔"[3]

امام بیہقی رحمہ اللہ اس کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

اس حدیث کو جریر بن حازم قتادہ سے روایت کرنے میں تفرد ہے اور یہ حدیث معلول ہے پھر انہوں نے بطریق ابو علی روذباری اسے مرسل بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا مرسل ہونا ہی محفوظ ہے۔[4]

امام بیہقی رحمہ اللہ کے اس حدیث کو معلول قرار دینے میں امام نسائی رحمہ اللہ بھی ان کے ہم نوا ہیں انہوں نے بھی اس کے مرسل ہونے

---

① سنن أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب من رأى الإستفتاح سبحنك اللهم وبحمدك

② السنن الكبرى للبيهقي :2/ 34- 35

③ سنن أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في سيف يحلى، سنن النسائي، كتاب الزينة، باب حلية السيف

④ السنن الكبرى للبيهقي :4/ 143

کو درست قرار دیا ہے اور انس کی مرفوع حدیث پر منکر ہونے کا حکم لگایا ہے اور اسی طرح امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔

متن میں واقع ہونے والی علت کا بیان

اس کی مثال میں سعد بن ابی وقاص کی وہ حدیث ہے جو 'السنن الکبریٰ' کی "کتاب البیوع" میں ہے کہ

"نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الرطب وبالتمر نسیئۃ "[1]

"رسول اللہ ﷺ نے تر کھجور کی خشک کھجور سے ادھار بیع کرنے سے منع کیا ہے۔"

یہ حدیث امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک اور طریق سے بھی روایت کی ہے وہ یہ ہے عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبد اللہ بن یزید آگے سند سعد تک اسی طرح ہے اور یہ بھی مرفوع ہی ہے۔

اس کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے امام ابو الحسن دار قطنی رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ

امام مالک رحمہ اللہ، اسماعیل بن امیہ رحمہ اللہ، ضحاک بن عثمان رحمہ اللہ اور اسامہ بن زید رحمہ اللہ نے یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے ان سب نے یہ حدیث عبد اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور انہوں نے اس میں لفظ "نسیئۃ" ذکر نہیں کیا ان چار کا یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت کے خلاف مجتمع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو اچھی طرح ضبط کیا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ

> اس حدیث میں منقول علت اس لفظ کے خطا ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ حدیث ابو عیاش سے عمران بن ابی اُنیس نے ان حفاظ حدیث کی جماعت کی طرح روایت کی ہے۔[2]

پھر امام بیہقی رحمہ اللہ نے وہ روایت بیان کی ہے اس اعتبار سے یحییٰ بن ابی کثیر کی حدیث دو وجہوں سے معلول ہو گئی۔

پہلی وجہ یہ کہ یحییٰ بن ابی کثیر عبد اللہ بن یزید سے یہ لفظ (نسیئۃ) بولنے میں مفرد ہے۔ چار حفاظ حدیث جن میں امام مالک رحمہ اللہ بھی ہیں نے یحییٰ کی مخالفت کی ہے ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ لفظ نہیں بولا۔

دوسری وجہ: اس علت کی دوسری وجہ وہی ہے جو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بتائی ہے وہ یہ ہے کہ عمران بن ابی انس رحمہ اللہ نے یہی حدیث ابو عیاش سے نسیئۃ کے لفظ کے بغیر بیان کی ہے تو عمران نے عبد اللہ بن یزید کی مخالفت کی ہے اور عمران نے جماعت کی موافقت کی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اپنے حدیثی فن ومہارت کو بروئے کار لائے بغیر اپنے سے پہلے حفاظ کے اقوال نہیں لاتے اور ان میں بعض ضروری اضافے کرتے ہیں جن سے اپنے فیصلے کو مضبوط اور قوی بناتے ہیں اور اپنے تمام دعوؤں کو بہت سی قوی مسند دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں۔ 'السنن الکبریٰ' میں وارد احادیث کے متون میں واقع علت کی بہت سی مثالیں ہیں۔

---

[1] سنن أبو داؤد، كتاب البيوع، باب تمر بالتمر

[2] السنن الكبرى للبيهقي :5/ 294- 295

۴

بابِ چہارم

السنن الکبری کی ترتیب وتدوین میں نقد حدیث

فصل اول   السنن الکبری میں نقد رواۃ

فصل دوم   السنن الکبری میں نقد متن

فصل سوم   منہج نقد میں 'السنن الکبری' کے عمومی خصائص

1

فصلِ اوّل

السنن الکبری میں نقد رواة

السنن الکبریٰ میں نقد رواۃ

امام بیہقی رحمہ اللہ نے فن نقد کو استعمال کرتے ہوئے دو اہم بنیادی مصادر پر اعتماد کیا ہے۔

پہلا: وہ نقدی موروثی سرمایہ جو امام بیہقی رحمہ اللہ کے دور تک کے اس امت کے سلف میں سے اس فن کے کامل ماہرین سے اخذ کیا گیا ہے اور یہ مصدر امام بیہقی رحمہ اللہ کے نزدیک اہم علمی مواد کی صورت میں ظاہر ہوا ہے جو کہ انہوں نے ان ثقہ ماہرین فن سے سیکھا ہے جنہوں نے تمام زمانوں میں رواۃ کی تحقیق کا کام کیا ہے اور انہوں نے ہمارے لیے کثرت و عظمت کے اعتبار سے زبردست مواد چھوڑا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ اس علمی مواد کو جمع کرنے، اسے حاصل کرنے اور اپنے نقدی فن میں اسے اچھے طریقے سے استعمال کرنے میں ایک بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

دوسرا: امام بیہقی رحمہ اللہ کا خاص نقدی ماحصل جو کہ ان کے اخبار و آثار کو یکجا کرنے کی سرگرمیوں کی وجہ سے وجود میں آیا نیز ان کے متعلق ان کی نظر و جستجو اور اچھی تحقیق کے نتیجے میں پیدا ہونے والا خالص نقد۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے احادیث کی تحقیق اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ تقابل کا کام کیا ہے اور ان کے رواۃ اور رواۃ سے متعلق امور پر واقفیت حاصل کی۔

السنن الکبریٰ میں راویوں کا تعارف

امام بیہقی رحمہ اللہ میں یقیناً ایک ماہر ناقد کی تمام صفات و خوبیاں پائی جاتی تھیں ان صفات کی بناء پر ہی وہ ہزاروں احادیث و آثار پر حکم لگانے کی قدرت رکھتے تھے۔ ان کے لگائے گئے یہ حکم درست اور کامیاب صادر ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر حکموں کو آئمہ نے قبول کیا ہے۔ ان کے ساتھ اپنے موقف کو مضبوط بنایا اور اپنی تحقیقات میں ان پر اعتماد کیا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعارف اور ان کے احوال

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس شرف و عظمت والے طبقہ کا اپنی کتاب 'السنن الکبریٰ' میں بڑا اہتمام کیا ہے۔

انہوں نے صحابی رضی اللہ عنہ کی صحبت اور اس صفت کو ان کے ضوابط کے ساتھ بیان کر دیا ہے جس کی اصلاح حدیث میں بڑی اہمیت ہے۔ راویوں کے طبقات کو ضبط کرنا اور حسبِ درجہ ان کو مرتب کرنا ایک اہم اور مشکل مرحلہ ہے۔ صحبت ایک تاریخی طبقہ ہی نہیں بلکہ یہ اہم امتیازات کے ساتھ بقیہ طبقات سے ممتاز ہے ان میں سے سب سے اہم امتیاز صحابی کا عادل ہونا ہے۔ کیونکہ صحابہ تمام عادل و ثقہ ہیں۔

صحابہ کا تعارف

امام بیہقی رحمہ اللہ نے صحابہ کے تعارف کا اہتمام کرنے اور ان کے احوال بیان کر کے اپنی کتاب 'السنن الکبریٰ' میں ہمارے لیے اہم تاریخی مواد محفوظ کر دیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ ایک صحابیہ کا تعارف پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"بسرہ بنت صفوان بن نوفل بن اسد کا تعلق ان عورتوں میں سے ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی اور ورقہ بن

نوفل ان کا چچا تھے اور بسرہ، معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔ یہ بات مصعب زبیری نے کہی ہے اور یہ عبد الملک بن مروان کی نانی ہے یہ بات مالک بن انس نے کہی ہے۔" [1]

اور انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی ام اسماء کا تعارف کراتے ہوئے ذکر کیا ہے:

"ام اسماء کا اسلام لانا متأخر ہے، اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ میری ماں قتیلہ مشرکہ ہونے کی حالت میں مدینہ آئی اس کا تعلق بنو مالک بن حسل سے ہے اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں نہیں ہیں لہذا اسماء کا اسلام قبول کرنا اپنے باپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اپنی والدہ کے ساتھ نہیں رہے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ وہ اپنے والدین کے اسلام قبول کرنے کے وقت بالغ تھے۔ انہوں نے اپنے والدین کی پیروی میں اسلام قبول نہیں کیا حتیٰ کہ طویل مدت کے بعد اسلام قبول کیا تھا اور وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے عمر میں سب سے بڑے تھے۔" [2]

صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے درمیان فرق کرنا

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں کوئی تابعی کسی صحابی سے ملبتس ہو جاتا ہے تو جو اس فن میں ماہر نہیں ہوتا۔ وہ اس تابعی کو صحابی سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ وہ صحابی نہیں ہوتا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اس کے متعلق کہتے ہیں :

"طارق بن شہاب اچھے تابعین میں سے ہیں اور وہ ان میں سے ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے سماع نہیں کیا اور اس سے یہ مراد ہے کہ جس حدیث کو طارق نے نبی تک مرفوع بیان کیا ہو وہ مرسل ہے۔" [3]

اور ثعلبہ قرظی کے متعلق انہوں نے ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

"ثعلبہ بن ابی مالک قرظی اھل مدینہ کے تابعین میں سے پہلے طبقہ کے تابعی ہیں۔ ابن مندہ نے الصحابہ میں اپنی سند سے ذکر کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کی عمر عطیہ قرظی کی عمر کے برابر ہے۔ قریظہ کے دن قید کئے گئے تھے اور قتل نہیں کئے گئے اور اس لیے ان کو صحبت نبویہ حاصل نہیں ۔ لیکن رؤیت نبویہ حاصل ہے۔" [4]

رجال کے اس اہم طبقہ کی اس طرح کی کامل معرفت کے ساتھ ہی امام بیہقی رحمہ اللہ کو یہ قدرت حاصل ہوئی ہے کہ وہ صحابی وغیر صحابی کے درمیان ہونے والے اوہام کو دور کر سکیں اور اپنے اس عمل سے اپنی سنن میں وارد بہت سی احادیث نبویہ میں واقع علت ارسال کا بھی انکشاف کریں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ صحابہ کے مسئلہ میں اسی موقف پر ہیں جس پر جمہور امت ہیں کہ سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں اور اس بات کی تصریح انہوں نے اپنی 'سنن کبریٰ' میں کئی مقامات پر کی ہے۔

---

① السنن الکبری للبیهقي : 7/ 82

② السنن الکبری للبیهقي : 2/ 204

③ السنن الکبری للبیهقي : 3/ 183

④ السنن الکبری للبیهقي : 2/ 495

السنن الکبریٰ میں اسمائے رواۃ اور ان کی کیفیتوں کے درمیان امتیاز

جس راوی کی سند میں کنیت ذکر کی گئی ہو اس کا نام ذکر کر دیا جائے یا اگر اس کا سند میں کوئی غیر مشہور نام ذکر کیا گیا ہو تو اس کی کنیت ذکر کر دی جائے تاکہ وہ پہچانا جاسکے اور معلوم ہو سکے کہ وہ کون ہے۔

اس کا یہ عظیم فائدہ ہوا کہ کبھی کوئی راوی ضعیف ہوتا ہے اس کا نام یا کنیت غیر معروف ہونے کی وجہ سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ کون ہے جب اس حقیقت کی حد بندی ہو جائے گی تو اصل حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ کیونکہ کبھی کبھی مدلس راوی اپنے مروی عنہ کی کنیت ذکر کرتا ہے یا اس کا غیر معروف نام ذکر کرتا ہے تاکہ حقیقت پر پردہ ڈالے اور اس راوی کو پہچاننے کا طریقہ دشوار کر دے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اس کی اس کوشش کو واضح کرتے ہیں اور اس پر تنبیہ کر کے اسے باطل کرتے ہیں اور جس نام یا کنیت کے ساتھ وہ مشہور ہوتا ہے اس کے ساتھ اسے ذکر کرتے ہیں۔ اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ جو اس فن میں ماہر نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جب ایک ہی راوی کو کبھی نام کے ساتھ اور کبھی کنیت کے ساتھ مذکور دیکھے تو اسے دو راوی سمجھ بیٹھے تو اس بیان سے اس وہم کا ازالہ ہو جائے گا اور اس کا نقصان بھی زائل ہو جائے گا۔

اس عمل میں سخت محنت کرنا پڑتی ہے اس کے لیے راویوں کے متعلق وسیع معلومات درکار ہونی ضروری ہے تاکہ یہ کام کامل طور پر کیا جاسکے اور امام بیہقی اس فن میں کامیاب تھے۔

اس کے شواہد میں سے ابو اعلاء کے متعلق ان کا یہ قول ہے:

ابو العلاء یزید بن عبد اللہ ثقات بصریوں میں سے تھے۔(1) اس کا ثقہ ہونا اس لیے بیان کیا ہے تاکہ یہ اپنے علاوہ کسی ضعیف راوی کے ساتھ مخلوط نہ ہو جائے۔

ضعیف قرار دینے میں ابو معشر کے کہتے ہیں :

"ابو معشر نجیح ضعیف ہے۔"(2)

اور ابو سعید کے متعلق کہا ہے کہ یہ سعید بن مرزبان بقال ہے اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔(3)

اور ابو معاذ کے متعلق کہتے ہیں:

"وہ سیمان بن ارقم ہے اور وہ متروک ہے۔"(4)

امام بیہقی رحمہ اللہ رجال کے بارے میں واقع ہونے والے وہم کو دور کرتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ انہوں نے حدیث میں ایک بار عبد الرحمن بن سعد سے روایت کیا ہے اور دوسری بار عبد الرحمن بن ابی سعید کے لفظ سے بیان کرتے ہیں۔

پھر امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عبد الرحمن یہ ابن سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں اور سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔(1)

---

① السنن الکبری للبیهقي : 5/ 220

② السنن الکبری للبیهقي : 5/ 180

③ السنن الکبری للبیهقي : 8/ 102

④ السنن الکبری للبیهقي : 1/ 185

انہوں نے جبریل بن احمر کے متعلق بھی اسی طرح بتایا ہے۔ کیونکہ بعض رواۃ نے جبریل بن احمر کہا ہے اور بعض نے ابو بکر الاحمری کہا ہے تو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بتایا ہے کہ یہ ایک ہی ہے۔[2]

زکوۃ فطر میں ایک حدیث کی سند میں امام حاکم رحمہ اللہ سے یزید بن مسلم خولانی بیان ہو گیا جسے امام بیہقی رحمہ اللہ نے وہم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح وہی ہے جو ابو علی روذباری نے ابو یزید خولانی کہا ہے اور اس سند میں ان کی کنیت ذکر کی گئی ہے اور نام مبہم رکھا گیا ہے۔[3]

وہ راوی جن کے نام تو ہیں۔ لیکن وہ ان ناموں کے ساتھ مشہور نہیں ہوئے وہ اپنی کنیت سے مشہور ہو گئے ہیں۔

ان کی مثالوں میں سے امام بیہقی رحمہ اللہ کا عبداللہ بن یزید کے متعلق یہ قول ہے کہ یہ ابو عبدالرحمن حبلی ہے۔[4]

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک اسناد میں مذکور معروف بن حسان سمرقندی کے حال سے پردہ اٹھایا ہے کہ ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کی ابو معاذ کنیت ہے اور منکر الحدیث ہے۔[5]

ان کے علاوہ بہت سے شواہد ہیں جو کہ واضح طور پر دلالت کرتے ہیں کہ اس فن میں متنوع اسالیب استعمال کئے ہیں۔ اس کی اہمیت و عظمت کے لئے کبار محدثین نے متعدد کتب تصنیف کیں ہیں۔

'السنن الکبریٰ' میں مختلف الاسماء راویوں کی نشاندہی:

یہ علم رواۃ کے ان متون میں سے ہے جن میں بہت وسعت کی ضرورت ہے اس لیے کہ راویوں کی اس قسم پر ضعف غالب ہے اور ان پر تنبیہ نہ کرنے میں بڑا خطرہ مضمر ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسے راوی زیادہ تر اس طریقے سے تدلیس کرتے ہیں کہ ان کے اس معاملے کا ادراک نہ کیا جاسکے اور نہ ہی ان سے اسناد میں خبر داری ہو اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان کو سمجھ لیا اور ان کے ضعف سے پردہ اٹھایا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ بیدار مغز، حاضر دماغ اور ان تمام اسماء سے باخبر تھے۔ جن اسماء میں مدلس راویوں نے تدلیس کی ہے تاکہ وہ محدثین کی جماعت سے اپنے مروی عنہ کے ضعف کو چھپا سکیں یہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی محنت ہے اور اخبار و آثار کے رواۃ کے متعلق وسیع درایت ہے۔

'السنن الکبریٰ' میں مشتبہ راویوں کی نشاندہی:

علم رواۃ کے فنون میں سے یہ ایک اہم فن ہے جو کہ وسیع معرفت اور کمال بیداری کا مقتضی ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی طرف بھی توجہ دی ہے۔

اس کی متعدد قسمیں ہیں ان میں سے ایک راوی کے نام میں اشتباہ یا کبھی اس کے نام اور اس کے باپ کے نام میں اشتباہ ہوتا ہے حالانکہ وہ حقیقت اور رتبہ میں دو راوی ہوتے ہیں۔

---

① السنن الکبری للبیهقي : 6/ 100

② السنن الکبری للبیهقي : 6/ 243

③ السنن الکبری للبیهقي : ص162۔163

④ السنن الکبری للبیهقي : 2/ 466

⑤ السنن الکبری للبیهقي : 1/ 20

امام بیہقی رحمہ اللہ کے ہاں اس کے شواہد میں سے وہ ہے جو انہوں نے اپنے شیخ حاکم سے ان کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اس میں امام حاکم رحمہ اللہ نے عن عطاء کیا ہے پھر امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ ابوالحسن بن عبدان کے طریق سے بیان کی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابوالحسن نے عطاء خراسانی کی جگہ عطاء بن سائب کہا ہے اور ان کا یہ وہم ہے۔[1]

اس میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ ابن عبدان کی خطاء کا انکشاف کیا ہے جس نے وہم کیا تھا کہ اسناد میں مذکور عطاء بن سائب ہے حالانکہ درست بات یہ ہے کہ یہ عطاء خراسانی ہے۔

ان کا ایک قول یہ ہے کہ عبداللہ بن رجاء، معصب بن سوار کہتے ہیں جبکہ وہ سوار بن معصب ہے جو کہ متروک ہے، عبداللہ بن رجاء نے اس کے نام میں ردوبدل کیا۔[2]

اس طرح انہوں نے حدیث کی سند بیان کی:

عن حجاج عن عمرو بن شعیب عن عبداللہ بن ھرمی ھرکہا کہ حجاج نے اس میں غلطی کی ہے راوی کا نام اس کے باپ کے نام سے بدل دیا ہے یہ ہرمی بن عبداللہ ہے نہ کہ عبداللہ بن ہرمی۔[3]

امام بیہقی رحمہ اللہ امثلہ و شواھد بمع ان کی اسانید بیان کرتے ہیں اور اپنی دلیل کے ساتھ درست نام بیان کرتے ہیں۔

'السنن الکبریٰ' میں مبہم رواۃ کی نشاندہی

سند میں جو راوی مبہم ہوتے ہیں انہیں منکشف کرنا آسان کام نہیں بلکہ یہ وسیع اطلاع کا مقتضی ہے اور اس میں رواۃ، شیوخ رواۃ، تلامیذ رواۃ اور طبقات رواۃ کے متعلق کمال معرفت درکار ہے۔ جب کسی محدث میں یہ تمام وسائل پائے جائیں تو اس کے لیے ممکن ہو جاتا ہے کہ اسناد میں کامل نظر کے ذریعے مبہم راوی کی تحدید و تعیین کرسکے۔

یہ فن ان فنون میں سے ہے جن میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی بلند مہارت ظاہر کی ہے اور اسے سند میں مبہم راوی کے بیان کے ساتھ اتصال سند و عدم اتصال سند یا حدیث میں ضعف کے شبہ کو دفع کرنے کی حیثیت سے احسن انداز میں استعمال کیا ہے اور کبھی امام بیہقی رحمہ اللہ راوی کے ابہام کو ختم کرتے ہیں اور اصل کا پتہ لگالیتے ہیں تاکہ اس کا ضعف پہچان سکیں۔

اس کے شواہد میں سے ان کا ایک قول:

حدثنی اسماعیل بن امیہ عن ابیہ عن جدہ کے متعلق ہے کہ یہ اسماعیل بن امیہ بن عمرو بن سعید بن عاص ہے اور عمرو بن سعید کا صحابی ہونا ثابت نہیں۔[4]

اس میں امام بیہقی رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے موصول نہیں ہے۔

---

① السنن الکبری للبیهقي : 1/ 286

② السنن الکبری للبیهقي : 1/ 252

③ السنن الکبری للبیهقي : 7/ 197- 198

④ السنن الکبری للبیهقي : 10/ 174

اپنی سند کے ساتھ انہوں نے ایک حدیث بیان کی ہے سند اس طرح ہے۔

أخبرنی سعید بن عیسیٰ عن جدته أنها سمعت أم حبیبة پھر امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ سعید کی جدہ ام ربیع ہے اور یہ حدیث موقوف ہے۔(1)

ان مشکل مبہمات کو منکشف کرنے کی مثالوں میں سے ایک سند بیان کی ہے جس میں عن محمد أنه سمع أباھریرة ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ یہ محمد، محمد بن عمار بن سعد المؤذن ہے۔ (2)

'السنن الکبریٰ' میں ان قیمتی شواہد کی تعداد بہت کثرت سے پائی جاتی ہے اور ہمارے لیے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کو اپنی کتاب کے رجال کے متعلق عبور تھا اور وہ دقیق معرفت رکھتے تھے اسی معرفت ہی نے امام بیہقی رحمہ اللہ کے لیے جرح و تعدیل کے سمندروں میں غوطہ زنی آسان کر دی تھی اور ان کے احکام علمی حقیقت سے مرتب کر دیئے تھے۔

'السنن الکبریٰ' میں جرح وتعدیل

جرح کا لغوی معنی

جرح یجرح کا معنی ہے دانتوں یا زبان سے گھائل (زخمی) کرنا اہل عرب کا قول ہے۔

"جرحه بلسانه جرحا"

اس نے اپنی زبان سے زخمی کیا۔

یہ جملہ کسی پر عیب یا نقص کی وضاحت کے لیے بولا جاتا ہے۔(3)

عدالت کا لغوی معنی

معاملات میں میانہ روی اختیار کرنا، اور یہ ظلم کا متضاد ہے۔(4)

تعریف عدل بقول ابن اثیر

ایسی چیز جو فیصلے میں ظلم کو روکتے ہوئے خواہشات کی اتباع سے مانع ہو۔(5)

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 4/ 269

② السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 369

③ المصباح المنير في غريب الشرح الكبير لأحمد بن محمد بن علي فيومي، تحقيق عبد العظيم شناوي، طبع دار المعارف قاهره :1/ 104

④ المصباح المنير في غريب الشرح الكبير :2/ 44- 45

⑤ النهاية في غريب الحديث والأثر مجد الدين لأبو السعادت مبارك بن محمد بن الأثير : 3/ 191

جرح وتعدیل کی اصطلاحی تعریف

کسی راوی کی عدالت میں طعن یااس کی مدح وتعریف کرنایاایساضابطہ جوکسی راوی کی روایت کاضعیف، یاقوی ہونابتائے۔[1]

علم جرح وتعدیل راویوں کے مراتب کے بارے میں بحث کرتاہے کہ ان کی روایت مخصوص الفاظ کے ساتھ قبول یارد کی جائے گی۔یہ نہایت فنی، باریک، عمدہ اور مخصوص دلالت والی تعبیرات پر مشتمل ہے۔[2]

یہ نہایت اہمیت کاحامل مستقل بالذات علم ہے نیز یہ علم حدیث کانتیجہ ہے۔[3]

محدثین کے منہج کے تین اساسی اصول ہیں :

1. ہمیں حدیث ایک لغت میں منقول ہوئی۔
2. یہ حدیث خبر کے مثل ہے۔
3. اس خبر کو بہت سے افراد نے بہت سے افراد سے نقل کیا۔

انہی تینوں فوائد کو سامنے رکھتے ہوئے محدثین حکم لگاتے ہیں۔نص حدیث ایک عربی نص اور خبر (اپنی سند اور متن کے لحاظ سے) ہے یہ اسی وقت تک صحیح ہے جب تک عربیت قائم رہے۔ضروری ہے کہ ہم اس کے متن اور نقل کے مختلف طرق کی تحقیق کرکے اس کی ثقاہت کو جانیں۔یہیں سے سند و متن پر نقد کی سوچ پروان چڑھی نیز عمومی جرح وتعدیل کے قواعد وضوابط سامنے آئے اور افراد ایسی چیزوں کے مطالعہ میں مشغول ہوئے جس سے یہ بات سامنے آئی کہ مسلمانوں کے منہج میں ناقل کی پہچان بنیادی چیز ہے پھر منقول شدہ چیز کی تحقیق ہوتی ہے تاکہ وہم خطاء اور علل سے بچاجاسکے۔[4]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے راویوں کے احوال کی تحقیق پر نہایت عرق ریزی سے کام لیا۔فرماتے ہیں :

> جو بھی حفاظ حدیث کی راویوں کے حالات اور ان سے قبول ورد کے بارے میں گہری نظر رکھتاہے وہ اس بات کو جان لے گا کہ ان لوگوں نے کس قدر محنت سے کام کیا۔یہاں تک کہ اگر باپ میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کی خبر کو رد کرے تو بیٹا، باپ پر نقد کررہاہے اور باپ بیٹے پر اور بھائی بھائی پر وہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوتے وہ رشتہ داریوں کو آڑے آنے دیتے ہیں اور نہ ہی مال کو۔محدثین سے اس طرح کی بہت سی حکایات ہیں۔[5]

یوں امام بیہقی رحمہ اللہ کو اس بڑے وسیع وعریض اور متنوع سمت میدان میں ممتاز آئمہ کے رواۃ کا علم، انکی تاریخ، طبقات ومراتب اور احوال کی وضاحت کاوافر حصہ ملا انہوں نے یہ سب اپنے وقت کے علماء وآئمہ سے بطریق سماع شرعی حاصل کیااور انہوں نے اس کے

---

① الجرح والتعديل بين المتشددين والمتساهلين لحمد طاهر جوابي :ص1

② أصول حديث علومته ومصطلحته :ص261

③ معرفة علوم الحديث لعبد الله محمد بن عبد الله حاكم : ص52

④ مصطلح الحديث وأثره على الدرس اللعنوى عند العرب لشرف الدين علي راجحي :ص283- 284

⑤ دلائل النبوة لبيهقي :1/ 59

ساتھ وہ سب کچھ بھی ملایا جو انہیں اپنے شیوخ سے دوران بحث و تعلیم حاصل ہوا۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس بڑی دولت کو فنی طور پر استعمال کیا نیز اس کی شروط کو وسعت دی انہوں نے صرف صحیح پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کتاب میں حسن اور ضعیف کے بھی تمام درجات کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے راویوں کے مراتب واحوال کے ساتھ ساتھ روایت کا حال واضح کیا نیز دیگر تمام متعلقہ امور کو بھی واضح کیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں تیس ہزار سے زائد نصوص کے راویوں اور ان کے ممکنہ حد تک احوال اور مرویات کا حکم بیان کیا ہے۔ انہوں نے جرح وتعدیل کو اس کی عمدہ ترین صورت میں واضح کیا۔ اور یہ سب ساری کتاب کے مختلف ابواب وفصول میں پھیلا ہوا ملتا ہے اس سے امام صاحب کی وسیع النظری اور قوت علم کا پتہ چلتا ہے۔

اول: السنن الکبریٰ میں راویوں کے مراتب

امام بیہقی رحمہ اللہ نے راویوں کی عدالت اور ضبط پر دلالت کے لیے مختلف الفاظ اور عبارتیں استعمال کی ہیں۔ انہوں نے ائمہ نقد کی نصوص اور ذاتی تجربے سے نتائج اخذ کیے۔ چنانچہ یہ الفاظ محدثین کی اصطلاح بن گئے اور کسی راوی کا مقام اور درجہ حدیث کو جاننے کے لیے متداول ہو گئے۔

پہلا مرتبہ: اہل عدالت

ان کی دو اقسام ہیں :

1. ثقات

یہ وہ لوگ ہیں جن کی حدیث حجت ہوتی ہے ان کی روایات مقبول ہوتی ہیں۔ یہ لوگ رواۃ میں سے عدل وضبط کے لحاظ سے سب سے عمدہ اور اعلیٰ درجے والے ہیں۔ ثقاہت کا مرتبہ ایسے مخصوص الفاظ اور عبارات سے ظاہر ہوتا ہے جو راویوں کے درجات کو ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ ثقہ بھی امام بیہقی رحمہ اللہ کے ہاں ایک ہی مرتبہ کے نہیں ہیں یہاں قوت اور اعتبار کے لحاظ سے ان کے مابین نسبتی تفاوت ہے اختلافی مواقع پر ترجیح دینے کے لیے اور اس مرتبہ میں مشتمل عبارتوں کی وضاحت کے لیے اس کی اکثر ضرورت پیش آتی ہے۔

الف۔ صحابہ رضی اللہ عنہم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کسی بھی صحابی کے لیے توثیق وتعدیل کو ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں۔[1] امام بیہقی رحمہ اللہ کے ہاں صحبت نبی فضائل ومراتب میں مختلف ہے چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ صرف ابو ہریرہ کی روایت بیان کرنے سے پہلے فرماتے ہیں:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے محدثین میں سب سے زیادہ حافظ تھے سو انکی روایت اولیٰ ہے۔[2]

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 4/ 249

② السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 242

ب۔تابعین اور تبع تابعین

- الحجة الثقة (حجت ثقہ) [1]
- الثقة الثبت (ثابت ثقہ) [2]
- المشهور با الحفظ والاتقان (حفظ وپختگی میں معروف)

جیسا کہ ابو یوسف الرقی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اہل جزیرہ کے حفاظ میں سے ہیں۔[3]

- العالم الثقة (ثقہ عالم) [4]
- الثقة المأمون (قابل اطمینان ثقہ [5]
- الصدوق الثقة (صدوق ثقہ) [6]

ثقاہت کے مفرد الفاظ درج ذیل ہیں:

- الحجة (قابل احتجاج) [7]
- الثقة (پختہ) [8]
- المشهور[9] (مشہور)
- المعروف[10] (معروف)

جن ناقدین نے انکی تعریف کی جیسے۔ابو زرعہ رازی، ابو حاتم رازی، عثمان بن سعید دارمی رحمہم اللہ۔[11]

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 4/ 14

② السنن الكبرى للبيهقي : 10/ 167

③ السنن الكبرى للبيهقي : 7/ 124- 125

④ السنن الكبرى للبيهقي : 7/ 196

⑤ السنن الكبرى للبيهقي : 5/ 239

⑥ السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 201

⑦ السنن الكبرى للبيهقي : 6/ 179

⑧ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 375

⑨ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 20

⑩ السنن الكبرى للبيهقي : 4/ 140

⑪ السنن الكبرى للبيهقي : 4/ 90

- من ليس با لحافظ جداً (جو پختہ حفاظ نہیں) [1]
- الثقه إذا كان يروى عن الثقه (اگر ثقہ سے روایت کرے تو ثقہ ہے) [2]
- من روى عنه يحيىٰ بن سعيد و ذلك لان يحيىٰ بن سعيد لا يحدث إلاعن الثقات عنده (جس سے یحییٰ بن سعید نے نقل کیا ہے اور یہ اس لیے ثقہ ہے کہ یحییٰ بن سعید انہی سے نقل کرتے تھے جو ان کے ہاں ثقہ تھے) [3]
- الصالح الحديث (صحیح حدیث والا) [4]
- من لم يحتج به الشيخان البخارى و مسلم (جسے بخاری ومسلم نے حجت نہیں سمجھا) [5]
- من غيره أثبت منه (اس کا ماسوا اس سے زیادہ ثابت ہے) [6]
- من غيره أوثق منه (اس کا غیر اس سے زیادہ ثقہ ہے) [7]

جن کی روایات ان میں ضعف کے مختلف ہونے پر قبول کی جاتی ہیں جیسے

- من ليس به باس (جس میں کوئی حرج نہیں) [8]
- لا بأس به (اس میں کوئی حرج نہیں) [9]
- الصدوق الا ربما يهم فى الشئى (سچا ہے مگر بسا اوقات کسی چیز میں وہم کھاتا ہے)۔[10]

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 73

② السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 274

③ السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 202

④ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 252

⑤ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 190

⑥ السنن الكبرى للبيهقي : 4/ 249- 272

⑦ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 19

⑧ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 207

⑨ السنن الكبرى للبيهقي : 3/ 33

⑩ السنن الكبرى للبيهقي : 5/ 12

دوسرا مرتبہ: وہ ضعفاء جن کی حدیث اعتبار کے لیے لکھی جاتی ہے۔

اس مرتبہ میں بہت زیادہ ضعف والے افراد ہیں ان کی حدیث نظر و اعتبار کی غرض سے لکھی جاتی ہے ان کی متفرد نا قابل حجت ہوتی ہیں۔ان کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

- من لا يفرح بما تفرد به (جس کا تفرد پسندیدہ نہیں)[1]
- من ليس با لقوی (جو قوی نہیں)[2]
- غیر قوی (غیر قوی ہے)[3]
- من لا يقبل منه مايخالف فيه الثقات (اگر ثقہ کی مخالفت کریں تو قبول نہ ہو گی)۔[4]
- المختلف فی عد الته (جس کی عدالت میں اختلاف ہو)[5]
- من قد اختلف الحفاظ فی عدالتہ (۴) یا (جس کی عدالت کے بارے میں حفاظ کا اختلاف ہے)[6]
- المختلف فی ثقته و تضعيفه (جس کے ثقہ یا ضعیف ہونے میں اختلاف ہے)[7]
- من كان غير حافظ (جو حافظ نہیں)[8]
- منأحاديثه ليست مستقيمه،كان يغلط فيها (جس کی احادیث صحیح نہیں، یہ ان میں غلطی کرتا تھا)[9]
- من تكلموا فيه (جس کی جرح میں محدثین نے کچھ نہ کچھ کہا)[10]
- من فيه نظر (جس میں نظر ہے)[1]

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 355

② السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 392

③ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 303

④ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 242

⑤ السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 403

⑥ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 205

⑦ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 250

⑧ السنن الكبرى للبيهقي : 4/ 12

⑨ السنن الكبرى للبيهقي : 6/ 328

⑩ السنن الكبرى للبيهقي : 7/ 261

- الكثير الوهم،الكثير الخطاء،الشى الحفظ (بہت زیادہ وہم کرنے والا، بہت زیادہ غلطی کرنے والا، برے حافظے والا) (2)
- الضعيف (کمزور) (3)
- المطعون فيه (جس کے بارے میں طعن کیا گیا ہو) (4)
- المجهول نتتت(نامعلوم) (5)

تیسرا مرتبہ: متروک اور مردود الحدیث راویوں کا

اس درجہ میں ایسے راوی نہیں جن کی روایت رد اور ترک کر دی جاتی ہے۔ یہ آئمہ نقد کے ہاں ان کا عملاً جھوٹ بولنا، وہم کھانا اور غفلت برتنا متروک ہیں اور ان کی حدیث متروک اور نا قابل التفات ہو گی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس درجہ کے لوگوں کے لیے مندرجہ ذیل عبارتیں استعمال کی ہیں :

- المنكر الحديث (منکر الحدیث) (6)
- المنكر الحديث الذى لايتابع فى حديثه (وہ منکر الحدیث جس کی بیان کردہ حدیث کی متابعت نہ کی جائے) (7)
- المنكر الحديث الذى ضعفه الائمة وتركوه (وہ منکر الحدیث جسے آئمہ نے ضعیف اور متروک جانا) (8)
- المتروك الحديث (جس کی روایت کو رد کر دیا گیا) (9)
- المنكر الحديث متروك (منکر الحدیث اور متروک) (1)

---

⑪ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 102/ 318 -356

② السنن الكبرى للبيهقي : 5/ 105

③ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 66،10،122

④ السنن الكبرى للبيهقي : 8/ 63

⑤ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 279 - 357

⑥ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 40،405 -428

⑦ السنن الكبرى للبيهقي : 3/ 171

⑧ السنن الكبرى للبيهقي : 10/ 30

⑨ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 185،240،252

- من يرمى بالكذب ويتهم بالكذب (جس پر کذب کی تہمت ہے) [2]
- الكذاب المتروك (کذاب اور متروک) [3]
- من يضع الحديث على ثقات المسلمين (٦)(حدیث گھڑ کے ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرنے والا) [4]
- المعروف يوضع الحديث (حدیث گھڑنے میں معروف) [5]

دوم۔السنن الکبریٰ میں جرح وتعدیل کے بارے میں اہم تشبیہات

عبارات تنقیدیہ کا جرح وتعدیل کے مقامات سے متعلقہ ایک خاص تعلق

یہ جانناضروری ہے کہ جرح وتعدیل کو متضمن ایسی عبارتیں جو امام بیہقی رحمہ اللہ سے احادیث پر حکم لگانے کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں ایک کل کی مانند ہیں ان کا فن واجتہاد ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے وہ علیحدہ اور مستقل بالذات نہیں۔امام بیہقی رحمہ اللہ کا مقصد محض حکم لگانا نہیں تھا بلکہ جرح وتعدیل کے بارے میں ان کی ہر عبارت اپنے محل کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ان کی کتاب میں بہت سے حکم ایسے ہیں جنہیں راوی کے لیے عام نہیں بنایا گیا انہوں نے راوی کے درجہ کی وضاحت کی غرض سے صحیح مثالوں میں اس کا یہ حکم بیان کیا ہے۔ اور اس طرح کے مواقع درایت، انداز اسلوب اور منہج بیہقی کے فہم کے مرہون منت ہیں۔تاکہ پڑھنے والا عموم اور عدم تدبر کی وجہ سے غلطی نہ کرے۔کیونکہ 'السنن الکبریٰ' محض رواۃ کے احوال پر مشتمل کتاب نہیں بلکہ مختلف آثار واخبار ہیں اس لیے نصوص کتاب کے صحیح حکم تک پہنچنے کے لیے نہایت باریک معیار ہے شاید انہوں نے خاص عبارات کے استعمال سے ثقہ صدوق کی روایت رد کی ہے، مثلاً: لم یحتج بہ الشیخان [6] (بخاری مسلم کے نزدیک ناقابل حجت ہے)۔یہ الفاظ دو مختلف روایات ہیں ترجیح کے لیے اس وقت استعمال ہوتے ہیں جب ثقہ اوثق کی مخالفت کرے۔اب اسلوب بیہقی سے ناواقف قاری مطلقاً اس ثقہ کی تضعیف مراد لے گا کیونکہ اس سے شیخان نے نقل نہیں کیا۔اسی وجہ سے ترکمانی نے بیہقی پر اعتراض کیا ہے۔[7] اس کی مزید وضاحتی مثال قول بیہقی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے بارہ میں ہے۔لا یحتج بہ [8] (یہ ناقابل حجت ہے) اور دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 3/ 176

② السنن الكبرى للبيهقي : 7/ 426

③ السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 401

④ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 6- 10

⑤ السنن الكبرى للبيهقي : 7/ 228

⑥ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 190،304

⑦ الجوهر النقي في الرد البيهقي لعلاؤ الدين علي بن عثمان تركماني : 1/ 304

⑧ السنن الكبرى للبيهقي : 3/ 329

اس کی حدیث نا قابل حجت ہے۔ کیونکہ یہ اہل معرفت کے ہاں یزید بن ابی زیاد سے بھی زیادہ برے حالات والا ہے۔ [1] حالانکہ امام بیہقی رحمہ اللہ جانتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد محدثین کے ہاں ضعیف ہے اب ان احکامات سے واقف پڑھنے والا یہ خیال کرے گا کہ بیہقی نے ابن ابی لیلیٰ کی تمام روایات کو رد کر دیا ہے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں اگر ہم تمام اقوال کو جمع کریں گے تو بات واضح ہو گی۔

ابن ابی لیلیٰ کے بارے میں دوسری جگہ فرماتے ہیں :

”اگرچہ یہ بڑا فقیہ ہے۔ لیکن سوء حفظ اسانید و متون میں بکثرت خطاء اور حفاظ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے حدیث میں ضعیف ہے اللہ ہمیں اور اسے معاف کرے۔“[2]

ایک دوسری فنی عبارت میں یوں تلخیص کی ہے:

اس کا تفرد عمدہ نہیں۔[3]

اس بارے میں اپنی رائے کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

غیر قوی ہے۔[4] اور محمد بن ابی لیلیٰ حافظ ابن حجر کے ہاں صدوق اور بہت زیادہ خراب حافظے والا ہے۔[5]

اور یہ عبارت بیہقی کی عبارت غیر قوی کے قریب ہے۔اس کی متفرد روایات صحیح نہیں جیسا کہ بعض جگہ صراحت کی ہے۔

اسی طرح کا حکم حجاج بن ارطاۃ کے بارے میں ہے اس سے اپنی کتاب میں بائیس جگہ پر تعرض کیا[6] عبد اللہ بن ابی لھیعہ مصری کے بارے میں نو مرتبہ کلام کیا [7] اسی طرح اسماعیل بن عیاش ابو عتبۃ الحمصی کا سات مرتبہ تذکرہ کیا۔[8]

مجھے یہ بات امام بیہقی رحمہ اللہ کے اہتمام اور اس چیز کی اہمیت کے پیش نظر معلوم ہوئی۔امام بیہقی رحمہ اللہ اس میدان میں ماہر تھے انہوں نے پوری کتاب میں اس کو واضح کیا۔کہ متفرد جس کا تفرد مقبول نہیں کی روایت ضعیف کی طرح ہے اور ایسی حدیث محدثین کے ہاں منکر و مردود ہے۔[9]

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 77

② السنن الكبرى للبيهقي : 5/ 334

③ السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 255

④ السنن الكبرى للبيهقي : 5/ 73

⑤ تقريب التهذيب لإبن حجر العسقلاني : 2/ 184

⑥ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 266،263،302

⑦ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 240،142،89

⑧ السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 77

⑨ فتح المغيث شرح ألفية الحديث لمحمد بن عبد الرحمن بن محمد سخاوي : 1/ 202

مراتب الجرح والتعدیل

جرح وتعدیل میں امام بیہقی کے ہاں مراتب رواۃ

امام بیہقی رحمہ اللہ کے ہاں مراتب رواۃ تین ہیں:

تعدیل کے دو مراتب

جرح کا ایک مرتبہ

تعدیل سے متعلقہ دونوں مراتب کے مابین تفاوت ہے۔

1. رجال صحیح اور صحیح درجات کا مرتبہ

جب کوئی راوی اعلیٰ درجہ کی تعدیل وتوثیق میں داخل ہو۔اور یہ صحیح حدیث کی شرط ہے۔

2. حسن رجال کا مرتبہ

یہ دلیل لینے کے مراتب میں کم درجہ کا مرتبہ ہے اور اس کی مثال حدیث حسن کے رجال ہیں۔

ضعیف رجال کا مرتبہ

اس کی دو اقسام ہیں:

1. ایسا ضعیف جس کا اعتبار ہوتا ہے۔اس کا تفرد اور مخالفت قبول نہیں ہوتی۔لیکن اس کی حدیث اعتبار کے لیے ہوتی ہے اس سے شواہد ومتابعات میں افادہ کیا جاتا ہے۔ایسے راوی کی روایت مواعظ اور سیر وغیرہ میں قبول کی جاتی ہے۔ درجہ اعتبار سے کم ہونے کی وجہ سے اس کی روایت احکام میں معتبر شمار نہیں ہوتی۔[1]
2. ضعف کا دوسرا مرتبہ: اس میں ایسی جرح ہوتی ہے جو راوی کی عدالت اور اس سے احتجاج (دلیل بنانے کو) ساقط کر دیتی ہے۔ رجال حدیث کی صفت غیر مقبول/ مردود ہے اس میں جھوٹ کی تہمت، حدیث گھڑنے کا الزام اور قصداً یا وہماً چوری کا الزام شامل ہے ایسے افراد کا حکم امام بیہقی کے ہاں مردود اور متروک کا ہے۔ان سے دلیل نہیں لی جائے گی اور نہ ہی ان کی حدیث قابل التفات ہو گی۔[2]

تیسری بات: امام بیہقی رحمہ اللہ کی جداگانہ تنقیدی اصطلاحات

امام بیہقی رحمہ اللہ چند عبارات کے استعمال میں متفرد ہیں۔خاص عبارات درج ذیل ہیں۔

1. لم يحتج الشيخان البخاری ومسلم [3]

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 46- 50

② دلائل النبوة للبيهقي : 1/ 45

③ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 19،304

امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ عبارت السنن الکبریٰ میں بکثرت استعمال کی ہے کسی اور نے یہ عبارت استعمال نہیں کی کبھی تو یہ بات بڑی عجیب لگتی ہے جب پڑھنے والا غور وفکر کرتا ہے تو اسے بڑا عظیم خیال کرتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بیہقی بیک وقت محدث وفقیہ ہیں ان دونوں علوم کا نتیجہ ہے کہ انہیں مسائل کے حل اور نقد پر کامل دسترس تھی۔

یہ عبارت ایک جامع اثر ہے چنانچہ صحیحین کا مقام ومرتبہ بہت نمایاں اور واضح ہے۔ان کے رجال اعلی ترین ہیں اور اسی طرح انکا متن بھی۔لیکن امام بیہقی نے ان دونوں کو دواحادیث کے مابین ترجیح کے لیے معیار مقرر فرمایا:

اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم جانتے ہیں کہ شیخین نے صرف صحیح یا ثقہ افراد سے نقل نہیں کیا[1] یہ مطلب نہیں کہ جس سے شخین نے نقل نہیں کیا وہ ثقہ نہیں جسے انہوں نے صحیح میں نقل نہیں کیا وہ روایت صحیح نہیں اس کا کوئی بھی قائل نہیں امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں سینکڑوں ایسی احادیث کی تصحیح کی ہے جنہیں شیخین نے نہیں نقل کیا۔انہوں نے ترجیح میں یہ باریک معیار مقرر کیا دو حدیثوں میں اختلاف کے موقع پر انہوں نے اقویٰ کو دلیل بنایا۔کیونکہ کبھی ایک حکم میں دو روایات مختلف ہوتی ہیں۔ان میں تطبیق کی بھی کوئی صورت بنتی ہے نہ ناسخ ومنسوخ کی تو ترجیح لابدی امر ہے۔کیونکہ دونوں مختلف روایتوں میں صرف ایک ہی حکم صحیح ہو سکتا ہے۔[2]

اسی چیز کو بنیاد بناتے ہوئے امام بیہقی رحمہ اللہ نے داود بن عبداللہ کے متعلق فرمایا۔اس سے شیخین نے دلیل نہیں پکڑی[3] حالانکہ داؤد ثقہ ہے اصحاب سنن اربعہ نے ان سے نقل کیا ہے[4] جب بقیہ اس طرح کی عبارات کو دیکھتے ہیں تو امام بیہقی رحمہ اللہ کا عظیم منہج واضح ہوتا ہے۔

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں: غیره اثبت منه [5]

نیز فرماتے ہیں : غیره أوثق منه[6]

امام بیہقی رحمہ اللہ کے ہاں یہ جرح نہیں بلکہ ثقہ کے مراتب کی وضاحت کے لیے ہے۔یہ علل کی حقیقی روح ہے۔کیونکہ ثقہ کے مراتب ایک جیسے نہیں ہیں[7] اس طرح کے فہم کا ادراک اس وقت ہوتا ہے جب ثقہ کے درجات میں نہ ظاہر ہونے والا فرق ہو۔حافظ عراقی نے اس باریک نکتہ کو مختلف روایات مقبولہ میں ترجیح کا معیار مقرر کیا ہے ان معیاروں میں "کون احدھما اتفق علیہ الشیخان

---

① المختصر في علوم الحديث لعجاج ابن الخطيب :ص135- 136

② السنن الكبرى للبيهقي : 10/ 210

③ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 190

④ تقريب التهذيب لإبن حجر أحمد بن علي العسقلاني : 1/ 231

⑤ السنن الكبرى للبيهقي : 4/ 249- 272

⑥ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 19

⑦ العلل في الحديث لهمام عبد الرحيم سعيد :ص23

"[1] بھی ہے۔

2. لیس بالمعروف جداً (بہت زیادہ معروف نہیں) [2]

امام بیہقی رحمہ اللہ کے ہاں اس عبارت کی تنقیدی دلالت ہے۔انکی اس سے مراد "مستور" راوی ہے کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے پوری کتاب میں یہ لفظ مجہول کے لیے بولا ہے۔[3]

اور انہوں نے یہ عبارت ہانی بن ہانی ہمدانی کوفی کے لیے استعمال کی ہے اور یہ ائمہ کے نزدیک "مستور" ہے۔[4]

3. إنا لا نحفظ عنه إلا هذا الحديث (ہم اس سے صرف یہی حدیث جانتے ہیں) [5]

اس سے انکی مراد ہوتی ہے یہ مجہول ہے مستور نہیں اور مجہول سے اوپر ہے جیسا کہ انہوں نے اسود بن ثعلبہ پر حکم لگایا ہے۔[6]

کبھی اس رتبہ کے لیے درج ذیل عبارت بھی استعمال کی ہے۔

4. لم يثبت من معرفته مايوجب قبول روايته[7]

اور کبھی کہتے ہیں: ولم يثبت من عدالته ما يوجب قبول خبره [8]

یہ عبارت جہالت کے قریب یا جہالت میں داخلے کا حکم لگائی ہے۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ عبارت مجہول کے لیے استعمال کی ہے فرماتے ہیں : ایسے شخص سے متعلق بات کرتے ہوئے جس کی روایت ترغیب و ترہیب میں قبول ہوتی ہے احکام میں نہیں یا مجہول ہو جس کی عدالت ثابت نہیں اس کی خبر کے قبول کی بھی وہی شرطیں ہیں جو عام خبر کے قبول کے لیے ہیں۔[9]

ان کے نزدیک راوی کا عادل ہونا ضروری ہے وہ عادل وعدالت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ایسا عاقل بالغ مسلم ہو جو کبیرہ کا مرتکب ہو نہ صغیرہ پر اصرار کرنے والا اور عام عادت میں مروت کا تارک نہ ہو[10] اسی چیز کو التزام کے ساتھ بیان کیا ہے۔

---

① التنقيد والإيضاح شرح مقدمة ابن الصلاح لزين الدين عبد الرحيم بن حسين عراقي :ص250

② السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 44

③ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 279

④ تهذيب التهذيب لإبن حجر العسقلاني : 11/ 22- 23

⑤ السنن الكبرى للبيهقي : 6/ 125

⑥ السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 135

⑦ السنن الكبرى للبيهقي : 7/ 349

⑧ السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 7

⑨ دلائل النبوة للبيهقي : 1/ 64

⑩① السنن الكبرى للبيهقي : 10/ 182

اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

قاضی دراہم کے بارے میں ایسے شخص کی شہادت قبول کرنے میں توقف کرے جسے وہ جانتا نہیں حتیٰ کہ اسے جان لے تو قبول روایت میں تواس چیز کو مد نظر رکھنا چاہیے۔[1]

اسی طرح مبہم اور ایسا راوی جس کا سند میں نام مذکور نہ ہو امام بیہقی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جہالت یا سب سے بڑا عیب ہے۔ چنانچہ وہ ایسے راوی کو سند میں ساقط شمار کرتے ہیں انہوں نے شجاع بن ولید سے حدیث نقل کرتے ہوئے کہا۔ حدثنا بعض إخواننا عن ابن جريج ۔(ہمارے بعض بھائیوں نے ابن جریج سے نقل کیا ہے)

5.فیہ نظر

امام بیہقی رحمہ اللہ یہ لفظ ایسے راوی کے لیے استعمال کرتے ہیں جس کی روایت میں منکر راوی ہوں ان کے ہاں مراتب جرح میں یہ سب سے زیادہ وسعت والا ہے یعنی یہ راوی مجروح کو مکمل طور پر ساقط نہیں کرتے جیسا کہ جسرہ بنت دجاجہ عاریہ کے حالات کے بارے میں کہتے ہیں:

"وهي من الرواة المقبولين" (یہ مقبول راویوں میں سے ہے) فرمایا: فيها نظر۔[2]

چہارم: جرح وتعدیل میں منہج اور سنن بیہقی کے خصائص

جرح وتعدیل کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ کے حوالے سے وسیع معلومات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کا احوال رواۃ کے بیان اور صریح، قوی، واضح، معرف اور نقدی عبارتوں کے ذریعے ان کی درجہ بندی کا ذوق کس قدر عمدہ ہے۔ جرح وتعدیل میں ان کے منہجی خصائص درج ذیل ہیں۔

1.راوی کے ہمہ جہت پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے قوی جرح کو خفیف جرح پر مقدم کرنا:

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

نافع بن السلمی ابو ہرمز بصری کو یحییٰ بن معین نے کذاب اور احمد بن حنبل وغیرہ نے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔[3]

اور مغیرہ بن موسیٰ کے بارے میں فرمایا:

بخاری نے منکر الحدیث اور ابن عدی نے کہا کہ مغیرہ بن موسیٰ ثقہ ہے۔[4]

2. راوی پر ناقدین کے حکم کے موافق جرح کو تعدیل پر مقدم کرنا

---

① قراءة خلق الإمام للبيهقي : ص127

② السنن الكبرى للبيهقي : 6/ 96

③ السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 152

④ السنن الكبرى للبيهقي : 7/ 125

عبیداللہ بن عبداللہ ابوالمنیب کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بقول بخاری: اس کے پاس منکر روایات بھی ہیں اور ابواحمد نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔[1]

عبداللہ بن زید بن اسلم کے بارے میں فرماتے ہیں:

یہ ضعیف ہے یحییٰ بن معین نے اس پر جرح کی ہے جبکہ احمد بن حنبل اور علی بن مدینی اسے ثقہ شمار کرتے ہیں۔[2]

3. اقوال ائمہ کے مطابق کسی راوی پر حکم لگانا

اس بات کے اظہار کے لیے اختصار سے کام لیتے ہوئے عمدہ فنی، تنقیدی عبارت کا استدلال کرتے ہیں۔

عمرو بن خالد ابو مخلد واسطی کے متعلق فرماتے ہیں:

وضع حدیث میں معروف ہے۔ وکیع نے بھی یہی بات کہی ہے کہ یہ ہمارا پڑوسی تھا جب لوگ اسے جان گئے تو یہ "واسط" منتقل ہو گیا۔[3]

ایک دوسری سند میں اقوال آئمہ کو اجمالی اور جامع طریقے سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ متروک اور حفاظ حدیث کے ہاں کذاب ہے۔[4]

4. اقوال ائمہ کی وضاحت اور اس کا مقصودی معنی بیان کرنا

امام بیہقی رحمہ اللہ یزید الدالانی ابو خالد کے متعلق فرماتے ہیں:

امام احمد رحمہ اللہ کے بقول دالانی کو اصحاب قتادہ سے کوئی واسطہ نہیں۔[5]

اور مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بخاری نے بھی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول اپنایا کیونکہ ان کے علم کے مطابق دالانی نے قتادہ سے سماع نہیں کیا۔[6]

اور اپنی حدیث عن عبدالرحمن جلیس لمسعر بن کدام میں فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ کا کہنا ہے میں نہیں جانتا یہ حدیث کیا ہے۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 470

② السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 254

③ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 228

④ السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 401

⑤ السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 121

⑥ السنن الكبرى للبيهقي : 2/ 215

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عبدالرحمن کے حالات سے بے خبر تھے۔

اور بسااوقات تفسیر کرتے ہو حفاظ کی جرح میں مزید عمیق جرح کر کے اسے موکد کرتے۔ کیونکہ وہ ناقدین کے اقوال کا بخوبی علم و فہم رکھتے تھے۔

قیس بن طلق کے متعلق فرماتے ہیں :

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے قیس سے سوال کیا تو اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ پائی جس سے اس کی خبر قبول کی جاسکتی ہو اور ہماری بیان کردہ اس کی حدیثی ثقاہت اس کے برعکس ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے دقیق جرح فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

یحییٰ بن معین نے کہا ہے قیس بن طلق کے بارے میں لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی حدیث نا قابل حجت ہے اور ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے باپ اور ابوزرعہ سے سوال کیا تو ان دونوں نے فرمایا یہ اصحاب نا قابل احتجاج، کمزور اور غیر ثابت ہیں۔[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ آئمہ کی تنقیدی عبارات کی وضاحت و تفاصیل کی روشنی میں اپنی آراء کی بنیاد رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اقوال ائمہ سے بخوبی واقف تھے۔ یہاں تک بس نہیں بلکہ وہ ایسے مواقع پر ایسی چیزیں بھی نقل کرتے جنہیں بنیاد بناتے ہوئے دو مختلف حدیثوں میں ترجیح یا دیگر علتوں کی وضاحت ہوتی ہے۔

اسی طرح امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

انہوں نے فرمایا کہ وہ اسود بن یزید نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ عروہ اثبت ہے یا ابراہیم پھر خود ہی فرماتے ہیں:

اہل حجاز زیادہ ثابت ہیں۔

امام بیہقی اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں :

علی بن مدینی کا مطلب ہے عروہ اور ان کی طرح دیگر افراد اھل حجاز سے نقل کرتے ہیں اہل کوفہ کی روایت میں زیادہ صحیح ہیں۔

5. صاحب قول کی طرف اسکے تنقیدی قول کی نسبت کرنا

عموماً امام بیہقی رحمہ اللہ قول کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ علمی امانت میں یہ بہت بڑا کام اور تنقیدی سرمایہ ہے جیسا کہ تنقید کی اہمیت ہے۔ چنانچہ عکرمہ بن عمار کے بارہ میں ان کا قول ہے۔

آئمہ اس کی تعدیل کے بارے میں مختلف نظر آتے ہیں۔ یحییٰ بن سعید اور احمد بن حنبل نے اسے اچھا نہیں جانا اور بخاری نے سخت ضعیف کہا ہے۔[2]

اور محمد بن کثیر سلمیٰ بصری کے متعلق فرماتے ہیں: ابن عدی اور بخاری کے بقول یہ منکر الحدیث ہے۔[3]

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 135

② السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 135

③ السنن الكبرى للبيهقي : 8/ 341

6. راویوں پر نقد کے حوالے سے گراں قدر قواعد وضع کرنا

یہ بات ان کے علمی تجربہ کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس طرح کے احکام صرف باخبر آدمی ہی وضع کرسکتا ہے۔

مثال کے طور پر فرماتے ہیں :

ابن حنفیہ (محمد) سے عبدالاعلی کی روایات اہل بیت کے ہاں ضعیف ہیں۔[1]

اور ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود کے بارے میں فرماتے ہیں :

ابو عبیدہ نے اپنے باپ کو نہیں پایا۔[2]

لہٰذا ابو عبیدہ کی اپنے باپ سے تمام روایات مرسل ہوں گی وہ کسی بھی صورت میں متصل نہیں ہوں گی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ سعید بن ابی عروہ کی منفرد روایات میں حکم لگاتے ہیں حفاظ حدیث توقف اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ ابن ابی عروہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوگئے تھے۔[3]

اور اسی طرح یزید بن ہارون کے جریری سے سماع کے متعلق فرماتے ہیں :

سعید بن ایاس جریری اگرچہ ثقہ ہیں۔ لیکن آخری عمر میں مختلط ہوگئے تھے اور یزید بن ہارون کا ان سے سماع ان کی آخری عمر میں ہے۔[4]

7. استعمال سے قبل ناقدین کے اقوال کی تحقیق

امام بیہقی رحمہ اللہ نقاد ائمہ کے اقوال اور عمدہ خبریں استعمال میں لاتے ہیں اور ان کی مراد ناقدین آئمہ حدیث سے بخاری، ابن معین، ابن حنبل، ابو حاتم اور ابن عدی ہوتے ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ ان اقوال کی تحقیق بھی کرتے ہیں وہ کسی بھی صورت میں کسی کے قول کے مقلد نہیں بنتے بلکہ بوقت ضرورت اگر کسی کے قول کی مخالفت لازم آئے تو اس سے بھی دریغ نہیں کرتے۔[5]

8. جرح وتعدیل کے خاص احکام بیان کرنا

امام بیہقی رحمہ اللہ کئی ایسے حکم ان رواۃ کے متعلق لگائے گئے ہیں جن سے متعلق پہلے کسی امام نے بھی جرح یا تعدیل نہیں کی۔ اپنی کتاب کے ''کتاب السبق والرمی'' میں مرفوع حدیث نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں :

یہ حماد بن سلیمان کے طریق سے ہے اور حماد بن سلیمان مجہول ہے۔[6]

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 7/ 365

② السنن الكبرى للبيهقي : 1/ 403

③ السنن الكبرى للبيهقي : 10/ 271

④ السنن الكبرى للبيهقي : 9/ 360

⑤ السنن الكبرى للبيهقي : 4/ 140

⑥ السنن الكبرى للبيهقي : 10/ 20

اس کے بارے میں سوائے بیہقی کے کسی نے بھی کلام نہیں کی۔لوگوں نے اس راوی کی بابت حکم انہی سے لیا ہے۔[1]

یوں ہم پر امام بیہقی رحمہ اللہ کی عظیم محنت اور جرح وتعدیل میں ید طولی اور وسعت علمی ان کی کتاب السنن الکبریٰ میں نظر آتی ہے۔ اس محنت شاقہ میں احوال رواۃ اور ان کی نہایت عمدگی سے تحقیق وتفصیل کو بیان کیا گیا ہے تاکہ حق کو واضح کرکے درست حکم لگایا جاسکے۔اس کے لیے تمام ترصلاحیتوں کو بروئے کار لایا گیا ہے۔یہ سب کچھ روایات کی تمیز کے لیے کہا گیا تاکہ صحیح،غلط اور مقبول ومردود جدا جدا ہو سکیں۔

اس معاملے میں جب دیگر امہات کتب حدیث سوائے بخاری ومسلم کے تقابل کیا جائے تو بلاشبہ ان تمام میں السنن الکبریٰ، ممتاز اور یگانہ نظر آتی ہے بلکہ اگر ہم جامع ترمذی اور سنن دار قطنی کو نکال دیں فن حدیث کی کوئی بھی کتاب اس کے مقابل نظر نہیں آتی۔خاص کر جرح وتعدیل اور احوال رواۃ پر کام کے حوالے سے اگرچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر کام تو کیا۔لیکن یہ بیہقی کا عشر عشیر بھی نہیں۔اسے اولیت اور خوش اسلوبی میں برتری حاصل ہے۔جہاں تک سنن دار قطنی ہے جب ہم دونوں کتابوں (بیہقی اور دار قطنی) کی موضوعاتی کمیت کا تقابل کرتے ہیں تو بیہقی کو فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے امام بیہقی رحمہ اللہ کو ان کی کتاب کے بلند مقام کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے۔کیونکہ یہ کتاب اپنے موضوع کی اہمیت، جرح وتعدیل اور احوال رواۃ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ کتاب جمہور رجال سنن،اہل علم اور آثار کے راویوں پر مشتمل ہے یہ اپنے حدیثی موضوع اور سند ومتن کے اعتبار سے دیگر کتب حدیث سے اعلیٰ درجے کی ہے۔کیونکہ اس بہت عمدہ اور ان دیکھے فوائد ہیں ان کا اہل علم ہی ادراک کر سکتے ہیں۔ ہاں جدید کتب حدیث میں چند نادر اور مختلف فوائد موجود ہیں۔امام بیہقی نے مواد حدیث کو جمع،آسان اور مفسر بنایا۔خصوصاً اہم تنقیدی نکات کو زیر بحث لاکر پڑھنے والے کے لیے بہت آسانی پیدا کی اور اسے آئندہ پیش آنے والے مسائل سے عہدہ برآں کر دیا۔اس میں اس کے لیے عمدہ طریقہ،اسلوب اور آگے نکلنے کے لیے بہترین راہ موجود ہے۔کیونکہ ان کی یہ کتاب مرویات حدیث کے مختلف تنوع کی تنقیدی دولت سے مالا مال ہے۔اس میں نصوص اپنے احکام سے جڑی ہوئی ہیں احکام نہایت واضح ہیں جو تمام تنقیدی امور کو لاتے ہوئے اسے علم کے فنی مراحل پر لاکر کھڑا کرتا ہے جس سے اسے نقد اور تحقیق کا حظ وافر حاصل ہوتا ہے۔یہی فوائد اس کی اہمیت ومقام اور فہم حدیث کے لیے کافی ہیں۔

---

① لسان الميزان لأحمد بن علي بن حجر العسقلاني : 2/ 348

2

فصلِ دوم

السنن الکبریٰ میں نقد متن

السنن الکبریٰ میں نقد متن

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سند و متن پر نقد کا بھرپور اہتمام اور انکی تحقیق کی چنانچہ السنن الکبریٰ امام بیہقی رحمہ اللہ کی تمام مصنفات علمیہ میں سے ممتاز اور علمی لحاظ سے منفرد ہے۔

یہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی تحقیق اخبار و آثار اور علمی وسعت کا ہی نتیجہ ہے کہ ہم علل اوہام چھوٹی سے چھوٹی غلطی سے بھی باخبر ہیں۔امام بیہقی رحمہ اللہ متن کو مرکزی اہتمام کی حیثیت دیتے ہیں وہ متن کو نقد کے ترازو اور دقیق معیار پر رکھتے ہیں تاکہ صحت متن، حفظ الفاظ اور تحریف سے بچاؤ حاصل ہو سکے۔

نقد متن

1. نقد متن کی حدود

امام بیہقی رحمہ اللہ نے نقد متن پر خبردار کرتے ہوئے اس کی ضرورت واہمیت کا ادراک کیا،انہوں نے نقد علمی کے ایسے اصول وضع کئے جن کی روشنی میں راوی اور روایت کی تحقیق کی جاسکتی ہے اور متون،اسانید سمیت تنقیدی اصولوں کے مطابق پیش کیے تاکہ غلطی سے بچا جا سکے۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے محض اصول وضع نہیں کیا بلکہ اس کی بنیاد کی بھی وضاحت کی تاکہ اس کی ضرورت سے ہر دور میں محدثین باخبر رہیں۔

اسی وجہ سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک انتہائی اہم بحث تحریر کی جسکا نام "انتقاد الرواية، وما يستدل به على خطاء الحديث"[1] (راوی پر نقد کرنا اور ایسی چیز کی وضاحت جس سے حدیث کی خطا پر استدلال کیا جاتا ہے) اس کے تحت انہوں نے بہت مسائل بذریعہ نصوص پیش کیے ہیں جو اس منہج کی وضاحت کرتے ہیں۔اس کے خفیہ پہلوؤں سے پردہ ہٹاتے اور مبہم اصولوں کی خوب وضاحت کرتے ہیں۔امام بیہقی رحمہ اللہ کا "انتقاد الرواية" کا عنوان منتخب کرنا ان کے اس موضوع پر وسعت علمی کی دلیل ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس میں بات کا آغاز "نقد المتن" سے کیا اور اس پر سیر حاصل گفتگو کی۔انہوں نے سلف اور بڑے جہاندیدہ حفاظ کے اقوال اس بارے میں بطور اصل نقل کیے ہیں۔[2]

امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"اکثر اوقات حدیث کے صدق و کذب کا استدلال مخبر کے صدق و کذب سے ہوتا ہے سوائے چند خاص احادیث کے۔یہ اس کے بارے میں صدق و کذب پر اس لیے دلالت کرتا ہے۔کیونکہ جب محدث حدیث بیان کرتا ہے۔تو اس کی مثل لانا جائز نہیں ہوتا یا

---

① معرفة السنن والآثار للبيهقي : 1/ 48

② معرفة السنن والآثار للبيهقي : 1/ 48

وہ ایسی چیز کی مخالفت کرتا ہے جو اسے سے سچائی پر دلیلوں کے اعتبار سے بہت زیادہ اور بکثرت ثابت ہوتی ہے۔"[1]

یہ عبارت کئی اہم فوائد پر مشتمل ہے:

الف۔ نقد متن کے میدان میں ماہر ہونا اور اس کے ہمہ پہلوؤں کو جاننا کیونکہ اس علم سے جہالت کی صورت میں خلط ملط ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہ ایسا خطرہ ہوتا ہے جو مستشرقین اور ان کے ہم نواؤں سے سنت پر مخاصمہ کی صورت میں ضبط وجنون کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور اسی سے مستشرقین کا کھڑا کردہ طوفان اور ان کے مفاد مرتب ہوتے ہیں کہ مسلمانوں نے سنت کے متن کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ یہ بات اس حد تک اچھالی گئی کہ غیروں اور اپنوں نے اس عمدہ بحث کو گدلا کر دیا اور وہ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ نقد متن پر محدثین کا کام اور معیار کہاں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس ریلے میں بہت سارے غیر اور جو لوگ اس مسئلہ کا علم نہیں رکھتے تھے، بہہ گئے اور نقد متن کی خوفناک صورت پیش کرنے لگے وہ اسے بڑی اہمیت دینے لگے یہاں تک کہ اسے وسعتوں کے لحاظ سے نقد سند کے برابر لا کھڑا کیا بلکہ بعض کے ہاں تو نقد متن، نقد اسناد سے پر غالب ہے انہوں نے صحت حدیث کے لیے اسے اصل قرار دیا اور وہ غلطی کا جواب غلطی سے دینے لگے اور اشکال کے ذریعے سے اشکال رفع کرنے لگے۔ جیسا کہ یہ دعویٰ ہے کہ اسلام بذریعہ تلوار پھیلا۔ بعض غیور مسلمانوں نے مستشرقین (جو اس معاملہ میں پیش پیش تھے) کا راستہ بے جادلیری سے روکا جس کا لازمی نتیجہ فساد تھا۔ انہوں نے اسلم تسلم والا راستہ اپنایا حالانکہ اسلام تو دفاع کے لئے لڑائی کی اجازت دیتا ہے اور انہوں نے اس معنی جہاد کو غلط رنگ دیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو نقل کر کے اپنی بات نقد متن کے حوالے سے شروع کی تاکہ اس اہل معاملہ کو بغیر نقصان وہلاکت کے مناسب الفاظ سے واضح کیا جائے جس طرح انہوں نے اہمیت سند کو بیان کیا۔ انہوں نے اس بات کو اس لیے اتنی اہمیت دی کہ حدیث کے سچ یا جھوٹ کا استدلال عموماً اسی ذریعہ سے ہوتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سے بعض احادیث کو مستثنیٰ قرار دیا جن کی غلطی کا اظہار صرف نقد متن کے اصولوں کے استعمال سے ہی ہوتا ہے انہوں نے اس امر کی وضاحت کی کہ اس طرح کی احادیث بہت کم اور نادر ہیں۔[2]

اس بات کو عقل تسلیم کرتی ہے اور محدثین کے عمل کا تتبع اور خبر کی تصدیق کے لیے ان کی فنی اصطلاحات بھی اسی کی تاکید وتائید کرتی ہیں۔

امام طیبی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے بیان کردہ معنی کی طرف اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں :

"متن حدیث کا اعتبار میں نادر طور پر ہی دخل ہے بلکہ اس سے ضعف و قوت کی صفت حاصل ہوتی ہے اور راویوں کے حفظ، ضبط اور عدالت کا وصف بھی اس میں بین بین ہوتا ہے۔"[3]

---

① معرفة السنن والآثار للبيهقي : 1/ 50

② معرفة السنن والآثار للبيهقي : 1/ 50

③ الخلاصة في أصول الحديث لحسين بن محمد بن عبد الله طيبي :ص34

2. ناقد متن کی شروط

ناقد متن کے اصول وضوابط بیان کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ نقد متن کے لیے ناقد کے وسائل وآلات کیا ہیں۔امام بیہقی اس فن کی مشکل گھاٹی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اس کا جاننا راویوں کی جرح وتعدیل سے ممکن نہیں اس کے لیے ناقد میں ضروری صلاحیتوں کا ہونا لازم ہے تاکہ نقد کا عمل صحیح صورت میں انجام پاسکے۔"

وہ مزید لکھتے ہیں:

اس قسم کا راویوں کی جرح وتعدیل سے پہنچانا جانا ممکن نہیں یہ کثرت سماع،اصحاب حدیث کی مجالس میں بیٹھنے،ان سے مذاکرہ کرنے،ان کی کتب پڑھنے،ان کی روایات کی معرفت حاصل کرنے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی حدیث بیان کرنے میں شاذ ہو اس کی پہچان کرنے سے ممکن ہوتا ہے۔[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ کے کلام سے ناقد کے لئے پانچ چیزوں کی ضروری ہونا معلوم ہوتا ہے۔

1. کثرت سماع
2. اصحاب حدیث کی مجلس
3. اصحاب حدیث سے مذاکرہ
4. کتب حدیث کا مطالعہ
5. اصحاب حدیث کی روایات کا عالم ہونا

ان کے علاوہ بیہقی نے مزید دو شرطوں کا تذکرہ کیا ہے:

1. حافظہ
2. ذہانت

نقد متن میں ماہر صرف قوت حافظہ والے بن سکتے ہیں۔[2]

یہ سب چیزیں علم حدیث اور اس کی مختلف صورتوں اور لمبی مدت طلب علم میں صرف کرنے کا تقاضا کرتی ہیں تاکہ ناقد مسائل کو اچھی طرح جان لے۔ان ساری تفصیلات سے یہ واضح ہوا کہ نقد متن کے خواہش مند طلب علم پر حریص اور احترام علم کے ساتھ ساتھ مذکورہ بالا اوصاف سے بھرپور طریقے سے مالا مال ہونا چاہیے۔امام بیہقی رحمہ اللہ کے نزدیک نقد سند سے زیادہ نقد متن کی شروط سخت ہیں سند اپنے تنوعات کی وجہ سے بہت اہتمام کی طالب ہے تاکہ حکم صحیح لگایا جاسکے۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ بات بالکل صحیح کہی ہے کہ نقد متن کے لیے علل حدیث کی وسیع پہچان ضروری ہے اور یہ معرفت صحت حدیث،اسلوب مقاصد کی پہچان یا گہرے فکر سے پیدا ہوتی ہے۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان شرائط کو ناقد کے لیے ضروری اور بنیادی خیال کیا ہے اسی طرف عبد الرحمن بن مہدی نے اشارہ کیا اسی وجہ سے انہوں کتاب (الرسالہ) لکھ کر عبد الرحمن بن مہدی کی طرف بھیجی۔ان سے پوچھا گیا کہ آپ صحیح حدیث کو غلط سے کیسے پہچانتے ہیں تو فرمایا جیسے ڈاکٹر پاگل کو اور ایک مرتبہ کہا اگر تو کسی ناقد کے پاس آئے اور اسے اپنے درہم دکھائے اور وہ کہے۔یہ سکے صحیح اور یہ کھوٹے ہیں تو کہا تو اس سے اس کا سبب پوچھے گا یا اس کی بات تسلیم کرے تو سائل نے کہا میں اس کی بات تسلیم کرلوں گا کہنے لگے۔بس اسی طرح میں

---

① معرفة السنن والآثار للبيهقي : 1/ 55-56

② دلائل النبوة للبيهقي : 1/ 30

بہت لمبا عرصہ کی صحبت، مناظرہ اور علم کے ذریعے حدیث کی پہچان کرتا ہوں۔[1]

3. نقد متن کے معیارات

امام بیہقی رحمہ اللہ نے متن میں کذب وخطا کی پہچان کے لیے کئی معیارات قائم کیے ہیں ان میں سے اہم ترین یہ ہیں۔

1. التحدیث بما لا یجوز مثله [2] (ایسی چیز کا بیان کرنا جس کا مثل لانا جائز نہیں)

اسے ہم استحالہ (بدلا ہوا) یا تعذر (مشکل پیش کرنا) سے تعبیر کرتے ہیں۔

الف۔نقد متن میں تاریخ کا استعمال

اس کی دلیل امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب الجنائز، باب من ذھب فی زیادہ التکبیر علی الاربع میں نقل کردہ حدیث علی میں بیان ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو قتادہ کے جنازہ میں سات تکبیریں کہیں۔

پھر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں : اس نے ایسے نقل کیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔کیونکہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ تو علی رضی اللہ عنہ کے بعد بہت عرصہ بعد تک زندہ رہے۔[3]

امام بیہقی رحمہ اللہ نقد میں تاریخ کا استعمال کر کے حدیث کا ضعف ثابت کیا ہے۔اس میں مشکل صورت کو اس ذریعے سے ختم کیا ہے۔ اس حدیث پر یہ حکم لگانا بیہقی کے اس علم کے ساتھ تمسک اور لزوم کا اظہار ہے۔یہ حکم قوت سند سے ہٹ کر ہے۔اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔یہ حسن سند والی ہے اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی ''مصنفہ'' میں نقل کیا ہے۔ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں کہا ہے اس نے یہ روایت کئی وجوہ سے بیان کی ہے۔[4]

لیکن امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کے متن کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے غلط ہونے کی وضاحت کی ہے۔اس میں مشکل یہ سامنے آئی کہ علی رضی اللہ عنہ نے قتادہ کی نماز جنازہ پڑھائی حالانکہ ابو قتادہ تو علی کی وفات کے بعد 14 برس زندہ رہے تھے۔یہ سن 54ھ میں فوت ہوئے واقدی نے بالجزم یہی بات کہی ہے اور کہا ہے اس میں ہمارے علماء کا اختلاف نہیں۔اہل کوفہ کے مطابق ابو قتادہ کوفہ میں علیؓ کی موجودگی میں فوت ہوئے اور انکی نماز جنازہ پڑھائی اور خلیفہ نے حکایت نقل کی ہے کہ یہ 38 ہجری کی بات ہے یہ شاذ قول ہے اکثر کے بقول 54ھ میں فوت ہوئے۔[5]

---

① معرفة السنن والآثار للبيهقي : 1/ 65

② معرفة السنن والآثار للبيهقي : 1/ 50

③ السنن الكبرى : 4/ 36-37

④ الجوهر النقي في الرد على البيهقي لإبن تركماني : 4/ 36

⑤ تهذيب التهذيب لإبن حجر العسقلاني : 12/ 204-205

ابن حجر رحمہ اللہ نے واقدی کے قول کو ترجیح دی ہے اور مضبوط کہا ہے پھر انہوں نے مروان بن حکم تک اپنی سند نقل کی ہے اور کہا ہے مروان، مدینہ کا گورنر تھا انہوں نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی طرف کہلوا بھیجا کہ وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں کی نشاندہی کرے۔[1]

اور ابن حجر رحمہ اللہ نے نقد متن میں امام بیہقی رحمہ اللہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔[2]

ب۔ نقد متن میں استعمال عقل

اس کی دلیل سنن میں بیہقی نے میں کتاب النكاح، باب ماجاء فى تحريم حرائرهن الشرك دون أهل الكتاب میں معبد جہنی کی روایت ہے:

''کہ میں نے حذیفہ کی مجوسی بیوی دیکھی۔''

پھر بیہقی نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں :

یہ ثابت نہیں اور محفوظ روایت یہ ہے کہ حذیفہ نے یہودیہ سے نکاح کیا۔[3]

مزید امام بیہقی رحمہ اللہ نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں :

''یہ بات عقلاً بعید ہے کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی مجوسیہ سے نکاح کریں وہ خود کبار فقہاء میں سے تھے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾[4]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾[5]

امام بیہقی رحمہ اللہ کی تنقیدی نظر میں روایت ابی وائل بھی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حذیفہ نے یہودیہ سے شادی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ اسے چھوڑ دو اور کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ تم مومنات کو چھوڑ کر ان حسین عورتوں سے شادی کرو۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو منع کیا تھا وہ کراہت و تنزیہیہ پر مبنی تھا۔''

---

① تهذيب التهذيب لإبن حجر العسقلاني : 12/ 205

② أيضا

③ السنن الكبرى : 7/ 173

④ سورة الممتحنة 60: 10

⑤ أيضا

ایک دوسری روایت میں ہے حذیفہ نے جواباً لکھا کیا یہ حرام ہے کہا نہیں۔ لیکن میں ڈرتا ہوں کہ تم کہیں ان کی خوبصورتی میں نہ بہہ جاؤ۔[1]

2. ثبوت اور صدق کے لحاظ سے اثبت چیز متن کے خلاف ہو

اس معیار پر مختلف متون کو پرکھا جاتا ہے۔ اور اس کے تحت کئی اہم خارجی تنقیدی معیار بھی آتے ہیں۔ جن سے متن کے عیب اور غلطیاں نکالنا ممکن ہوتا ہے۔ یہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1. ادراج

اضطراب، علت، غرابت، مشکل یا مختلف الحدیث ناسخ منسوخ، نکارت (منکر ہونا)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

راوی اپنے مکتوب (کے نقل میں) صحیح رہے گا اس کے لیے ایک حدیث میں دوسری کا بیان صحیح ہے تو حدیث اس نے ضعیف نقلکی ہے لیکن مرکب صحیح اسناد کا ہے۔[2]

یہ ایک واضح اشارہ ہے کہ مزید فنون کی تلاش کرو۔ صرف اسناد پر بھروسہ نہ کرو۔ کیونکہ ثقہ کو وہم ہونا بعید نہیں۔

3. متن پر اس کی شکل کے اعتبار سے نقد

اس معیار کی طرف اشارہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے متون کی شکلوں کے تداخل اور تحریف وتصحیف امکانی وقوع کے تحت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں :

کبھی قلم سے اور کبھی سماعت سے غلطی ہوتی ہے۔[3]

اہل علم جنہیں اللہ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ جانتے ہیں کہ یہ علم بکثرت مجالس میں بیٹھنے، لمبی مدت اہل علم کے ساتھ گزارنے سے اور ان سے مذاکرہ کرنے سے حاصل ہوگا۔[4]

یحییٰ بن معین کہتے ہیں: ''اگر حفاظ نہ ہوتے تو لوگ بکثرت اپنے پاس سے باتیں گھڑ لیتے۔ اور روایت شریف میں بہت ساری کھوٹی باتیں شامل ہو جاتی جب تو نے چاہا اپنی طرف کھینچ لیا حتیٰ کہ تیرے لیے بیت المال سے نقدی اس کے عوض جدا کر دیا گیا۔ کیا آپ کو حضرت شریح رحمہ اللہ کا قول یاد ہے۔''

کہتے ہیں: ''جس طرح چاندی کی حفاظت کرنے والے پہرہ دار ہوتے ہیں اسی طرح احادیث کے محافظ ہیں۔''[5]

---

① السنن الکبری : 7/ 172

② معرفة السنن والآثار للبيهقي : ص56

③ معرفة السنن والآثار للبيهقي :ص56

④ دلائل النبوة للبيهقي : 1/ 30

⑤ معرفة السنن والآثار للبيهقي :1/ 56- 57

4. سنن کبریٰ میں نقد کی اقسام

اس اسلوب میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے متن پر نقد دو صورتوں میں بیان کیا۔ان میں سے ایک جس سے متن میں رخنہ اندازی ہوتی ہے۔ چنانچہ ان عوارض کو دور کر کے صحیح صورتحال کی وضاحت کی جاتی ہے دوسری متن کے لیے امام بیہقی رحمہ اللہ کی وضاحت ہے جس میں متن کی پختگی اور عمدگی کا اہتمام ہے اور متن کا دفاع کرتے ہوئے اسے شبہات اور غیر حقیقی نقد سے بچاؤ فراہم کرنا ہے۔ وقوعی اعتبار سے اسکی کوئی جگہ نہیں۔امام بیہقی رحمہ اللہ متون کا دلائل سے دفاع کرتے ہوئے ان کے بارے میں آراء باطلہ کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

الف۔نقد سالب

امام بیہقی رحمہ اللہ نے غلط متون کو درج کر کے ان میں وہم، خطاءاور تصحیف کی دلائل سے وضاحت کی ہے۔

ب۔نقد موجب

امام بیہقی رحمہ اللہ کی ہر ممکنہ کوشش ہوتی ہے کہ متون کو سقم سے پاک اور بالکل واضح کیا جائے اس کے لیے وہ ہر قسم کی امثال بیان کرتے ہیں اور متون کو مزید پختہ اور نکھار کر پیش کرتے ہیں ان کے بارے میں وہم اور خطا کو ختم کرتے ہیں۔وہ متون میں موجود نامانوس الفاظ کی وضاحت اور ان کے معانی کو بھی واضح کرتے ہیں جیسے وہ وضع متن کے بارہ میں محنت کرتے ہیں اسی طرح مفہوم و معنی کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ غلط فہم کے ذریعے فساد نہ آئے۔امام بیہقی رحمہ اللہ کی حفاظت متن کے لیے کی جانے والی کوششوں کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

الف۔الفاظ متن کی حفاظت

اس کی دلیل متون میں موجود نامانوس الفاظ کی وضاحت ہے اور یہ مسئلہ ’’ غریب الفاظ المتن‘‘ کے فن کے تحت آتا ہے۔

ب۔متون کے معانی کی حفاظت

نقد کی یہ جہت صحیح معانی کے فہم و حفاظت پر مشتمل ہے۔اس کی دلیل ’السنن الکبری‘ میں کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ کے تحت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔فرماتے ہیں :

> ہم نوجوانوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم لوگ خصی نہ ہو جائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا پھر آپ نے ہمیں عورتوں سے ایک مدت تک ایک کپڑے کے عوض نکاح کی اجازت دی۔اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے یہ درج ذیل آیت تلاوت کی:
>
> ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ﴾ (1)

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ یہ اجازت فتح خیبر یا مکہ سے قبل کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ 32ھ میں فوت ہوئے۔وفات کے وقت ان کی عمر 60 برس تھی۔فتح خیبر 7ھ میں جبکہ فتح مکہ 8ھ میں ہوا اور فتح مکہ کے موقع پر ان کی عمر 40

---

(1) سورۃ المائدۃ :5: 87

سال یا اس کے لگ بھگ تھی اور جبکہ جوانی کی عمر اس سے پہلے پہلے ہوتی ہے۔

قاضی ابو بکر احمد بن حسن کہتے ہیں :آپ ﷺ نے خیبر کے موقع پر نکاح متعہ سے منع فرمایا۔ [1]

پھر امام بیہقی رحمہ اللہ نے دیگر دلائل نقل کیے ہیں یوں امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے نقدی منہج کی بنا پر اس متن کا معنی و مفہوم متعین کیا جو دیگر احادیث کے مطابق ہے اگرچہ یہ روایت مطلق طور پر متعہ کے لیے سمجھی جارہی ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ نکاح متعہ یوم خیبر سے پہلے حلال تھا پھر خیبر کے موقع پر اسے حرام قرار دیا گیا پھر فتح مکہ کے موقع پر حلال کیا گیا اور اس کے تین دن بعد حرام قرار دیا گیا۔ نکاح متعہ کی حرمت پر علما کا اجماع ہے۔ [2]

ج۔ متون کا دفاع

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دفاع متون کے لیے بھی بہت محنت کی انہوں نے متون سے متعلقہ اوہام و شبہات کا ازالہ کیا جو محض تخمینی تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان اوہام سے پردہ ہٹایا اور ان میں انہوں نے متون کو خوب واضح کرتے ہوئے انہیں علل و عیوب سے بذریعہ دلائل پاک کیا۔ اس سلسلہ میں بعض متون میں اختلاف کے وہم کو دور کیا اور بعض متون میں نامانوس الفاظ کے وہم کو غریب الحدیث کے تحت نقل کیا ہے اور ایسی علت جس کی کوئی حیثیت اور اصل نہیں اسے المعل کے تحت نقل کیا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ متن کے ایک لفظ پر کافی نقد کے بعد صحیح کو باقی رکھتے ہیں۔

اس کی دلیل کتاب صلوٰۃ العیدین ، باب المشي إلى العیدین کے تحت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

> رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحی کے دن پیدل جاتے اور آپ کے آگے برچھی اٹھانے والا شخص ہوتا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

> اس میں ماشیاً (پیدل) کے الفاظ نامانوس ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صرف اسی سند کے ساتھ یہ الفاظ لکھے ہیں اور یہ قوی سند نہیں اس کے علاوہ بھی دیگر الفاظ مشہور ہیں۔ [3]

نقد متن میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا منہج بہت وسیع ہے۔ انہوں نے کبار حفاظ کی کتابوں میں موجود احادیث پر نقد کیا اس میں بخاری و مسلم بھی شامل ہیں۔ وہ ان احادیث کا دوسرے متون سے مقابلہ و موازنہ کرتے تاکہ ادراج، علت اور نکارت معلوم ہوسکے۔

متن میں ترجیح

امام بیہقی رحمہ اللہ کے فن حدیث میں بہت سے خفیہ پہلو واضح ہوئے وہ بہت بڑے ناقد ہیں۔ انہوں نے ثقہ راویوں کی خوب تحقیق کرکے ان کی عدالت، معرفت، حفظ اور اتقان روایت کے اعتبار سے درجہ بندی کی یوں ان کے لیے دو روایات میں سے زیادہ عمدہ صحت اور اتقان والی ترجیح کو دینا آسان ہوا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے محض اسناد میں ترجیحات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے ترجیح کی صورت میں

---

① السنن الکبری : 7/ 201

② العدة على أحكام الأحكام لمحمد بن إسماعيل الصنعاني : 4/ 192- 193

③ السنن الکبری : 3/ 281

اسالیب، نقد متن میں بھی کامل طور پر استعمال کیا۔ کیونکہ جب اخبار کی ترجیح میں اختلاف واقع ہوتا ہے تو ممکن ہے وہ کثرت رواۃ یا معرفت وفقہ کی زیادتی کی وجہ سے ہو یا اسناد سے متعلقہ امور میں صحبت کے تقدم ہونے کی وجہ سے ہو۔امام بیہقی رحمہ اللہ کے متون احادیث میں توثیق وتضعیف کے لیے سند سے ہٹ کر خاص قواعد تھے۔

1. متن اور اسلوب متن کی طرف لوٹنے والے اعتبارات

1. عمدہ سیاق

ایک حدیث، دوسری حدیث سے اپنے سیاق کے اعتبار سے زیادہ بلیغ اور بات کا احاطہ کرنے والی ہو لہٰذا اسے ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ سیاق کی عمدگی ضبط واتقان پر دلالت کرتی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اس تنقیدی نکتہ کی وضاحت اور ترجیح بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

> ابن قدامہ رحمہ اللہ کی حدیث کا عمدہ سیاق ایک اضافی بات ہے جو اس کے حفظ پر دلالت کرتی ہے اسی وجہ سے بخاری مسلم میں اس کی روایت اس کے مخالف کے مقابلہ میں موجود ہیں۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس بات میں امام بخاری و مسلم کی بیدار مغزی اور اس اصول کے مطابق روایات میں نقد اور تمیز کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کتاب الصلوٰۃ، باب دعا القنوت میں حضرت عبید اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دیگر ثقات کی روایت پر ترجیح دیتے ہوئے امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ کی حدیث حسن سیاق کی وجہ سے ان کے اور ان کے ناقلین کے حفظ پر دلالت کرتی ہے۔(2)

ترجیح میں حسن سیاق سے قریب

2. روایت میں ترتیب اور عدم ترتیب سے ترجیح

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک حدیث میں ترتیب ہے جبکہ دوسری میں نہیں ترتیب والی کو دوسری پر ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ بسا اوقات ترتیب پر بھی انتہائی عمدہ واہم احکامات مرتب ہوتے ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ محدث اور فقیہ ہیں۔ انہوں نے اس مبارک علم کو احکام اور مسائل فقہیہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا یہ اس وجہ سے کہ وہ احکام شریعت کے تفصیلی حدیثی دلائل سے باخبر تھے۔

تنقیدی عمل میں اس کے استعمال کی مثال کتاب الصلوٰۃ، باب من سہا فصلی خمساً میں موجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھول جانے سے متعلقہ دو صحیح طریقوں کا ذکر ہے پھر امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

> اس حدیث میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں بشر ہوں''۔

---

① السنن الکبری : 3/ 81

② السنن الکبری : 2/ 211

اس سلسلہ میں منصور عن ابراہیم کی روایت نقل کرتے ہیں :

اس میں ہے " آپ ﷺ نے پہلے سجدہ کیا پھر سلام پھیرا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں بشر ہوں"۔

اس باب میں عن ابراہیم بن سوید عن علقمہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ یہ زیادہ صحیح ہے اس روایت سے جس میں ترتیب کا ذکر نہیں۔ (1)

یہ باریک علت اور لطیف ترجیح ثقات کی روایات میں سب سے زیادہ صحیح درجہ رکھتی ہے۔ دونوں مرجوح روایات صحیح مسلم میں ہیں ان دونوں کے سیاق کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے نقد کے پیمانوں پر نہیں پرکھا اور ان دونوں پر ایسی روایت کو ترجیح دی ہے جو زیادہ اتباع اور عمل کے لائق ہے۔

3. اضطراب سے خالی ہونا

یعنی دو احادیث میں سے ایک مضطرب ہو اور دوسری نہ ہو اس طرح کی دو روایات میں سے غیر مضطرب کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ترجیح دی ہے۔ کیونکہ عدم اضطراب صحت روایت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح رواۃ کا حفظ وضبط اور روایت پر گرفت روایت کو مضبوط اور تاکیدی بناتا ہے۔

2. معنیٰ کی طرف لوٹنے والے مختلف اعتبارات

1. اثبات (ثابت کرنا یعنی مثبت ہونا)

ایک روایت اثبات پر جبکہ دوسری نفی پر مشتمل ہو۔ چنانچہ مثبت روایت مقدم ہو گی۔ کیونکہ یہ نفی سے زیادہ اولیٰ اور باعتبار قبول زیادہ عمدہ ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب دونوں کے رواۃ حفظ وضبط میں ایک جیسے ہوں۔ کیونکہ مثبت ایک اضافی شاہد کی متحمل ہوتی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے دو روایات نقل کی ہیں جیسے :

ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دوسری حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی: حدیث بلال رضی اللہ عنہ کے مطابق آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور نماز پڑھی۔

جبکہ حدیث اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آپ نے نماز نہیں پڑھی۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

اگر دونوں روایات صحیح ہوں تو یہ مطلب ہو گا ایک آپ بیت اللہ میں دوبارہ داخل ہوئے ایک مرتبہ نماز پڑھی اور دوسری بار نہیں پڑھی۔ لیکن دونوں حدیثوں کا ثبوت محل نظر ہے۔

حدیث بلال مثبت ہونے کی وجہ سے حدیث اسامہ سے زیادہ اولیٰ ہے اور حدیث بلال کو اور لوگ بھی نقل کرنے والے ہیں۔ پھر حدیث بلال کے لیے صحیحین کی ایک عمدہ حدیث جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے بطور شاہد پیش کی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے 'السنن الکبریٰ' میں دو روایات میں اثبات و نفی اور نقص و زیادتی کی صورت میں اس اصول کو بطور اصول ترجیح

---

(1) السنن الکبری : 2/ 343

کے استعمال کیا ہے۔ان کی عبارتوں میں سے ہے کہ مثبت نفی سے زیادہ اولی ہے اور دوسری جگہ پر کہتے ہیں :

ہم نے الصلوۃ الکسوف کی حدیث کو ایک جماعت سے نقل کیا ہے انہوں نے اسے مثبت کہا ہے اور مثبت شاہد ہے تو یہ قبولیت کے اعتبار سے زیادہ اولی ہے۔

ر۔ تمامیت (مکمل حدیث)

دو میں سے ایک خبر روایت کے جمیع حروف پر مشتمل ہو جبکہ دوسری میں بعض حصہ اختصار یا کسی خلل کی وجہ سے رہ جائے۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے کامل روایت کو غیر کامل پر ترجیح دی ہے۔کیونکہ وہ روایات کے زوائد اور ایسے تمام احوال رواۃ سے واقف تھے جو راوی کی وسعت اور علمی سطح کی نمائندگی کرتے ہیں۔

اس کی علمی دلیل امام بیہقی رحمہ اللہ کی 'السنن الکبریٰ' میں کتاب الصلوٰۃ میں سماک کی نامکمل روایت ہے۔اس پر امام بیہقی رحمہ اللہ نے سالم و نافع کی روایت کو ترجیح دی ہے۔کیونکہ وہ دونوں احسن ہیں۔کہتے ہیں :

اسی طرح سماک سے مختصراً ہے جبکہ سالم رضی اللہ عنہ اور نافع رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مکمل رکعات کا بیان ہے اس طرح کی صورتحال میں حکم مثبت کیلئے ہوتا ہے۔[1]

اسی طرح ابو نعیم فصل بن دکین اور وکیع بن جراح کی سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منقول روایت ہے۔اسے نقل کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں: دونوں کے ایک ہی معنی میں ہیں اور وکیع کی روایت مکمل ہے۔[2]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے پوری کتاب میں یہی منہج اختیار کیا ہے۔وہ نہایت اہتمام سے روایات کی تحقیق کرتے ہیں نیز دیگر طرق پر غور کرتے ہیں تاکہ معاملہ واضح ہو۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے بہت سے باریک تنقیدی نکات بھی اخذ کیے ان میں سے اکثر و بیشتر کی نسبت بخاری و مسلم کی طرف ہوتی ہے۔مثال کے طور پر کہتے ہیں :

بخاری و مسلم نے اس روایت کو یحییٰ بن قطان کی حدیث سے نقل کیا ہے۔انہوں نے اسحاق بن ابراہیم حنظلی سے عن ابی اسامہ عن عبیداللہ عن سعید مقبری عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم کی سند سے نقل کیا ہے۔

اس کے آخر میں کہا ہے" پھر اس طرح ہر رکوع اور سجدہ میں کیا۔"[3]

امام بیہقی رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

اس طرح باب القيام من الركوع میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ابن بکر سے نقل کیا ہے انہوں نے عبدالحمید بن جعفر عن محمد بن عمرو بن عطا کی سند سے نقل کیا ہے کہ :

"حدیث میں ہے حتیٰ کہ ہر جوڑ اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ پر پلٹ آئے۔"[1]

---

① السنن الکبری : 3/ 263

② السنن الکبری : 2/ 53

③ السنن الکبری : 2/ 62

اور کبھی مکمل روایت سے مدد لیتے ہوئے صراحتاًامام بخاری رحمہ اللہ کا مواخذہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :

شروع میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عن احمد بن عفان عن شریح بن مسلمہ عن ابراہیم بن یوسف کی سند سے نامکمل نقل کیا ہے اور سجود الشکر والی بات پوری حدیث میں ان کی شروط پر ہے۔[2]

اس سے امام بیہقی رحمہ اللہ کا نقد میں بلند مقام واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ جیسے بڑے محدث کا نامکمل روایت نقل کرنے پر مؤاخذہ کیا ہے۔اکثر جگہ پر امام بیہقی رحمہ اللہ کے نقد کا نشانہ امام بخاری رحمہ اللہ ہیں اور چند مقامات پر امام مسلم رحمہ اللہ بھی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے متون کا بہت اہتمام کر کے انہیں ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

4. البیان (وضاحت)

دو خبروں میں سے ایک واضح معنی پر مشتمل ہو جبکہ دوسری میں گہرائی یا خلط ملط ہو یا اس طرح کا کوئی اور معاملہ ہو تو واضح روایت کو ترجیح دی جائے گی۔امام بیہقی نے اس قاعدہ کے ذریعے ثقہ کی مرویات میں اختلاف کی صورت میں درجہ بندی کی ہے۔مثال کے طور پر :

کتاب الصلوۃ،باب رفع الیدین فی الافتتاح مع التکبیر میں شعیب عن زہری کے طریقے سے حدیث عمر ہے۔ کہتے ہیں:

"میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انہوں نے نماز کی پہلی تکبیر میں تکبیر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھائے۔"[3]

پھر مالک اور ابن عیینہ کی زہری سے روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ

نماز کے شروع میں "رفع الیدین" کیا پھر شعیب بن ابی حمزہ کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ زیادہ واضح ہے۔[4]

4. یقین

دو روایات میں سے ایک جزم وثوق سے وارد ہے جبکہ دوسری شک وشبہ پر مشتمل ہے۔اس متن سے ایسی دلالت واضح ہوتی ہے جو شک والی سے نہیں ہوتی۔شک والی میں تحمل اور یقین واتقان کا فقدان ہوتا ہے جب مثبت منفی پر مقدم ہے تو یقین شک پر مقدم ہو گا اسی وجہ سے امام بیہقی نے یقینی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔مثال کے طور پر:

باب النکول ورد الیمین میں عبداللہ بن سہل انصاری کا خیبر میں دھوکے سے قتل کیے جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریوں کو قسم کے لیے پہلے کہا جب انہوں نے انکار کیا تو یہودیوں نے قسمیں اٹھائی۔

---

① السنن الکبری : 2/ 97

② السنن الکبری : 2/ 369

③ السنن الکبری : 2/ 92

④ السنن الکبری : 2/ 62

اسے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے طریق سے نقل کیا

اور شک والی روایت میں ہے کہ آپ نے یہودیوں سے پہلے قسم اٹھانے کا کہا یا انصاریوں کو۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

بغیر شک کے باب نقل کرنے والی کی بات ٹھیک ہے اور یہ لوگ ثابت اور حفاظ ہیں۔ اللہ توفیق دینے والا ہے۔ [1]

امام ابو بکر رحمہ اللہ نے اثبات وشک کے درمیان تطبیق دی ہے اور انہوں نے اختلاف کے موقع پر حسن سیاق کو نقد متن میں واضح کیا ہے۔ [2]

3. خارجی دلائل کی طرف لوٹنے والے اعتبارات

ایک حدیث قرآن کے موافق ہو اور دوسری مخالف ہو تو باالاولی موافقت والی راجح ہو گی۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے لمس کا معنی جماع نہیں ہے ان کے دلائل نقل کیے ہیں پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا معنی ''جماع'' نقل کیا ہے اور فرمایا: کتاب اللہ کے ظاہر سے موافقت کرنے والوں کا قول اولی ہے۔ [3]

2. اجماع علما

امام بیہقی رحمہ اللہ نے قواعد ترجیح میں اسے بھی استعمال کیا ہے۔ اس بارے میں کتاب التفلیس، باب بیع الحر المفلس فی دینہ میں ہے۔ علما کا اس کے خلاف اجماع ہے یہ اس کے ضعف یا نسخ کی دلیل ہے اگر روایت ثابت ہو۔ [4]

یہاں اجماع کے ذریعے حدیث کا رد ہے اور وہ اس کے برعکس بھی کرتے ہیں اور اصل روایت کو اجماع کے باوجود ترجیح دیتے ہیں جنازے کی تکبیرات کے بارے میں کہتے ہیں: اکثر صحابہ پر اجماع دلیل کی مانند ہے۔ [5]

اور تکبیرات عید کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

مسند حدیث اور مسلمانوں کی عمل کی موجودگی میں حدیث پر عمل ہی زیادہ اولی ہے۔ [6]

متن میں اختلاف کی صورت میں امام بیہقی انہی قواعد کے سامنے رکھتے ہوئے ترجیح دیتے ہیں۔ اس سے ان کا متن کے لیے اہتمام کرنا واضح ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ سیاق کو باریک بینی سے دیکھنے کے ساتھ اسلوب ترتیب کے ضمن میں مثبت ومنفی، متن کی پختگی، اضطراب اور پیش آمدہ شک کو مدنظر رکھتے ہیں اور ان کا تقابل کرتے ہوئے تمام وناقص اور مفصل ومجمل کی وضاحت کرتے ہیں۔ وہ ان قیمتی متون میں

---

① السنن الکبری: 10/ 283

② السنن الکبری: 3/ 393

③ السنن الکبری: 6/ 15

④ السنن الکبری: 4/ 37

⑤ السنن الکبری: 3/ 291

⑥ أیضا

روح شریعت اور اس کے مقاصد واہداف کو تلاش کرتے ہیں لہٰذا وہ قرآن سے موافقت رکھنے والی روایت کو مقدم کرتے ہیں اس طرح علما کے ہاں معروف و مستفیض کو مقدم کرتے ہیں کیونکہ علماء غیر ثابت روایت پر اجماع نہیں کرتے۔ حدیث کی جانب یہ بہت عظیم محنت و کاوش ہے اس میں متون کی باریکیاں اور خطروں سے آگاہی ہے۔ متن ہی روایت کا اصل ہے اور سند ہی متن تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

3

فصلِ سوم

منہج نقد میں السنن الکبری کے عمومی خصائص

منہج نقد میں 'السنن الکبریٰ' کے عمومی خصائص

منہج سے مراد وہ راستہ جو بیہقی نے نقد میں اختیار کیا تو منہج وہ واضح طریقہ ہے جس کے مطابق استعمال جاری ہوا ہو۔ (1)

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ مسائل کی وضاحت و تعیین اور حدیث پر حکم لگانے کے حوالے سے نمایاں ترین ہیں پھر تاریخ میں امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ کا نام ہے انہوں نے ترمذی کے کام سے استفادہ کرتے ہوئے اس پر معرفت فن حدیث اور سند و متن پر نقد کے حوالے سے گراں قدر اضافہ کیا۔

بعض محدثین نے نقد و کشف کی طرف توجہ نہیں دی ان کی محنت بیہقی کے علاوہ ظاہری محنت ہے جیسے اصحاب سنن اربعہ (سوائے ترمذی)، اصحاب سنن و مسانید اور معروف معاجم کے مصنفین۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی کتابوں میں صحت کی شرط لگائی ہے انہوں نے نقد مراحل کی وضاحت کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے فقہی مسائل اور ان کے فوائد کا خوب اہتمام کیا۔ امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ کو الگ اس لیے رکھا اگرچہ انہوں نے بھی فقہی مسائل کا استنباط کیا۔ متون کی باریکیوں کی تحقیق کی۔ لیکن اس میں ان کا جداگانہ اسلوب تھا جس کی صراحت انہوں نے اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں کی ہے۔ (2)

1. دیگر کتابوں میں روح نقد کا پھیلاؤ

ظاہری طور پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ 'السنن الکبریٰ' میں نقدی احوال بکھرے ہوئے اور خلط ملط ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم کوئی ایسی علمی قیمتی کتاب نہیں پاتے اور جس چیز نے فن نقد میں منہج بیہقی کو عمیق اور 'سنن کبریٰ' میں اس کے وجود کو بوجھل کر دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ بمشکل کوئی صفحہ ایسا ملے گا جو اس فن سے خالی ہو۔

ان کے پاس جمیع مراتب کی اسانید ہیں وہ فی الوقت ثابت حدیث پر اعتماد کرتے ہیں پھر اس باب میں دیگر روایات کو لا کر اس کے حال کی وضاحت کرتے ہیں۔ یہ اسی منہج کا نتیجہ ہے کہ ہمارے پاس اس قدر نقدی سرمایہ ہے ان مرویات کا درجہ اور مقام مرتبہ واضح ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نقد کا خوب اہتمام کرنے والے ہیں اور یہ ان کی تمام کتب میں نظر آتا ہے۔ لیکن اس کا زیادہ اظہار فن حدیث میں ان کی کتاب السنن الکبریٰ میں ہوا اور کئی بنیادی امور عمل میں آئے۔ یہ ایک امانت ہے (مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا) اس کی ادائیگی ضروری ہے تاکہ اخبار اپنے درجات کے اعتبار سے جدا ہو جائیں۔ انہوں نے صرف تعداد روایات کو نقل نہیں کیا بلکہ اس کی تحقیق بھی کی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ میں نقدی منہج کو خوب اپنایا تاکہ فقہاء، علماء اور طلباء اس سے مستفید ہو سکیں۔

اس کی واضح مثال ان کی امام حرمین کے والد امام جوینی رحمہ اللہ سے گفتگو ہے۔ امام جوینی رحمہ اللہ نے فقہ پر کتاب لکھی ان کی اس کتاب کا نام المحیط تھا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کے تین اجزاء پر تنقید کی۔ ایک ترتیبی باریکیوں اور علمی فوائد پر مشتمل رسالہ تحریر کرنا شروع کیا

---

① الكيات في معجم المصطلحات والفروق الغوية لأبو البقاء أيوب بن موسى : 4/ 375

② صحيح المسلم : 1/ 3-5

اور انہوں نے اس میں تنقیدی منہج کو اختیار کیا۔

جب امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے تنقیدی منہج کو واضح کیا تو شیخ جوینی نے بھی اس طرف اپنی کتاب المحیط میں التفات کیا۔اور فرمایا:

میں نے شیخ کی سماع حدیث اور اصحاب حدیث کی کتب پر نظر کو دیکھا۔مجھے ان سے سکون ملا میں اس پر اللہ کا شکر گزار ہوں اور کہتا ہوں: اللہ ایسے افراد پیدا کرے جو حدیث اور فقہ میں رغبت رکھنے والے ہوں اور اس میں صحیح اور کمزور کو نکھارنے والے ہوں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شیخ جوینی کے بعض اصحاب نے مجھی المحیط کے تین اجزاء پیش کیے ہیں میں بڑا خوش ہوا اور سمجھا: آئمہ کبار کا اسلوب اپنائیں گے۔لیکن جب میں نے پہلی حدیث دیکھی جو کہ :

سورج سے گرم ہونے والے پانی سے غسل کرنے کے بارے میں ہے۔[1]

میں نے خیال کیا کہ اس کے ضعف کو واضح کریں گے۔میں نے املاء میں لکھا دیکھا:

یہ روایت مالک نے عن هشام بن عروة عن ابیہ عن عائشہ کی سند سے نقل کی ہے۔میں نے کہا کہ انہوں نے یہ کیوں نہیں کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے یا اس طرح کہتے: ابن وہب نے مالک سے نقل کیا یا اس طرح سند بیان کرتے کہ روی خالد بن اسماعیل عن وہب بن وہب البختری عن ہشام بن عروۃ تاکہ روایت کی نسبت اس راوی کی طرف ہوتی جو نقل کرنے والا ہے۔

پھر المحیط میں حدیثی اوہام اور تساہل روایت حدیث کا تذکرہ کیا[2] اور اس میں مرویات میں تنقیدی کمی کی وضاحت کی۔

اس خط کی وجہ سے امام جوینی رحمہ اللہ نے المحیط مکمل نہیں کی اس بیان سے امام بیہقی رحمہ اللہ کا استغنا واضح ہوتا ہے۔وہ شیوخ کی صفوں میں بھی اس طرح بات کرتے جیسے طلبا کی مجلس میں۔وہ تنقیدی منہج کو کتب حدیث میں قائم رکھتے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی دوسرے محدثین یا فقہا نقل حدیث میں اس پابندی کو لازم پکڑیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اس منہج پر قائم ودائم رہے اور علما کو اس بات پر راغب کرنے کی کوشش کرتے رہے چاہے وہ شیوخ کی صفوف سے تعلق رکھنے والے علماہی کیوں نہ ہوں انہوں نے تنقیدی منہج کا ایسے دور میں بیڑا اٹھایا جو تحقیق وتجدد سے بالکل خالی تھا۔[3]

یہ آسان کام نہ تھا۔علمانے فقہ وحدیث کے دونوں علوم کو اکٹھا کیا پھر بعض جاہل اس سے ناخوش ہوئے حتیٰ کہ بعض علما اس رطعن کرنے لگے اور ایسے علما پر ہنسنے لگے۔

2. تقلید ائمہ سے ہٹ کر تحقیق روایات

امام بیہقی رحمہ اللہ کی 'السنن الکبریٰ' میں یہ عام عادت ہے جس سے تنقیدی منہج آگے بڑھا وہ دلیل کی صورت میں آئمہ کے اقوال کو بیکار خیال کرتے تھے۔اس قول پر عمل کرتے ہوئے کی اللہ تعالی فرماتے ہیں :

---

① السنن الکبری : 1/ 6 -10

② طبقات الشافعیه الکبری لسبکي : 4/ 84

③ التراث والمعاصرة لأکرم ضیاء عمری :ص123- 124

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ﴾[1]

انہوں نے مدخل سنن میں ایک باب قائم کیا جس کا موضوع ترك الحكم بتقليد امثاله من أهل العلم حتى يعلم مثل علمهم (بغیر علم کے علماء کی تقلید کو ترک کرنا)۔

اس کے ذیل میں دس دلائل اس منہج کی تائید وتاکید میں نقل کیے ہیں۔[2]

ناقد محدثین کا عموماً یہی منہج رہاہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ ان میں سے ایک ہیں۔ان کے پاس اس منہج کے دلائل قرآن وسنت سے ہیں ۔یہ اولیت کے اعتبار سے قرآنی منہج ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس باب کی ابتدا اللہ تعالی کے قول ولا تقف ماليس لك به علم سے کی ہے۔اس کی وضاحت کے لیے اقوال علما نقل کیے ہیں اور اس کے بعد اس منہج کے لیے حدیث بطور دلیل نقل کرتے ہیں۔اس نقدی منہج کے آثاری دلائل میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے عمدہ علمی نقد نقل کیا ہے وہ ان مرویات کی سند ومتن کی تحقیق کرتے ہیں پھر ان کے اوہام وخطا کو واضح کرتے ہیں جیسا کہ وہ تابعین اور ان کے بعد کی اور اپنے زمانے تک کے کبار حفاظ پر نقد کرتے ہیں۔

اس عظیم محنت سے ہمارے سامنے فن نقد کا گراں قدر سرمایہ آتا ہے۔ان کے شیوخ ائمہ نے اوہام حدیث کی طرف توجہ نہیں دی یہ مثالیں اس منہج کی تطبیق کا تقاضہ کرتی ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ شیخ ابو نصر الفامی پر استدراک کرتے ہوئے کہتے ہیں :

یہ فصل اس شخص کے بارے میں ہے جس نے صبح روزہ کی حالت میں کی۔

یہ موقوف ہے جبکہ ہمارے شیخ ابو نصر الفامی کی کتاب میں مرفوع ہے اور یہ وہم ہے۔ قاضی ابو یوسف سے مختار بن فلفل کی مرفوع روایت بیان کی ہے[3] یہ بھی اسی طرح وہم ہے اور اسی طرح ابو یوسف کو بھی اس کے نقل میں وہم ہوا ہے۔

اسی طرح اپنے شیخ ابو عبداللہ حاکم اور ان کے شیخ امام دار قطنی پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں :

موسیٰ یہ ابن عبیدہ الزبدی ہے جبکہ ہمارے شیخ نے موسیٰ بن عقبہ کہا ہے یہ خطا ہے اور ابو الحسن دار قطنی پر بڑا تعجب ہے وہ اپنے زمانے کے شیخ ہیں۔انہوں نے یہ روایت اپنی کتاب السنن میں ابو الحسن مصری سے نقل کی ہے اور موسیٰ بن عقبہ کہا ہے۔[4]

پھر بیہقی نے یہ مسئلہ بالتفصیل بیان کیا ہے اور اس میں بہت سے دلائل پیش کیے ہیں۔یہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی تنقیدی منہج کے استعمال کی دلیل ہے۔انہوں نے اس میدان کو وسعت دی اور بخاری، شعبہ پر نقد کیا۔

وہ بخاری پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں :

---

① سورة الإسراء 17: 36

② المدخل إلى السنن الكبرى : 207- 211

③ السنن الكبرى : 4/ 189

④ السنن الكبرى : 1/ 252

''امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سوال کیا: آپ کے نزدیک موزوں پر مسح کرنے سے متعلق کونسی روایت زیادہ صحیح ہے توانہوں نے کہاصفوان بن عسال اور ابن ابی بکرہ حسن کی حدیث۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اس بارے میں شریح بن ہانی کی روایت جسے مسلم نے نقل کیا ہے وہ سب سے زیادہ صحیح ہے[1] اور امام بخاری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس روایت کو اسماعیل بن عیاش نے موسیٰ بن عقبہ سے نقل کیا ہے میں اس کے علاوہ کسی سے نہیں جانتا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

یہ روایت موسیٰ بن عقبہ کے علاوہ دیگر افراد سے بھی نقل کی گئی ہے لیکن سند اًکمزور ہے۔[2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے انفراد کا حکم لگایا تواس کے مقابلہ میں دوسرا طریق نقل کیا پھر اس طریق پر اس کی قوت کے اعتبار سے حکم لگایا ہے اسے ساقط قرار دیا ہے اور عدم روایت سے پردہ ہٹایا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام مسلم رحمہ اللہ پر اس سے بھی زیادہ سخت اور اہم نقد کیاامام مسلم رحمہ اللہ کی روایت نقل کرتے ہیں:

امام مسلم رحمہ اللہ نے کہا: اہل یمن حدیث معمر کو زیادہ جاننے والے ہیں انہوں نے یہ روایت عن زہری عن سالم بن ابیہ کی سند سے بصریوں سے نقل کی ہے اور انہوں نے اس سے اپنی روایت میں بصریوں سے نقل میں تفرد اختیار کیا ہے اگر وہ غیر اہل بصرہ سے ثقہ روایت کرے تو حدیث حدیث ہوگی وگرنہ روایت مرسل ہوگی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ہم نے معمر سے غیر اہل بصرہ سے بھی موصول بیان کیا ہے۔انہوں نے اسے ایک دوسری سند عن نافع وسالم عن ابن عمر سے نقل کیا ہے پھر اپنی بات کے مزید دلائل پیش کیے ہیں۔[3]

اس سے ہمیں امام بیہقی رحمہ اللہ کی مرویات کی معرفت کا علم ہوتا ہے کہ انہوں نے امام مسلم رحمہ اللہ پر استدارک کرتے ہوئے وہ طرق نقل کیے جن سے وہ بے خبر تھے۔امام بیہقی نے اس حدیث سے وہم کو دور کیا اور شک رفع کیا۔

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ شعبہ کا وہم ہے،اور جماعت کی روایت صحیح ہے اہل تاریخ کے مطابق عبیدۃ،زبیر سے پہلے فوت ہوئے تو اس سے روایت دور کی بات ہے۔[4]

عبداللہ بن رجاء کے بارے میں کہتے ہیں:

---

① السنن الکبری: 1/ 276

② السنن الکبری: 1/ 89

③ السنن الکبری: 7/ 182-183

④ السنن الکبری: 10/ 73

اسی طرح عبداللہ بن رجاء نے بھی مصعب بن سوار کہاہے حالانکہ نام سوار بن مصعب ہے اور یہ متروک ہے۔[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ دیگر ائمہ کی طرف بہت بڑے محدث ہیں۔انہوں نے اس حقیقت کو خوب واضح کیااور اپنی کتاب میں اس پر خوب مشق کی اور اس کے سینکڑوں دلائل ہیں۔امام بیہقی رحمہ اللہ کے دور میں محض تقلید کا دور دورہ تھا جو تحقیق و نقد سے بالکل خالی تھا۔کیونکہ اس دور میں کتاب میں احتمال، کسی نئی چیز کا آنا یا سند میں وہم ہونے کا احتمال تھا۔ثقہ آدمی حفظ متابعت کے ذریعے کذاب، گمراہ اور خطاکار سے نقل کرتا تھا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

کسی لیے جائز نہیں کہ وہ ہماری بات میں گفتگو کرے حتیٰ کہ وہ یہ جان کہ یہ بات ہم نے کہاں سے کہی ہے۔[2]

امام شافعی رحمہ اللہ کے بقول بغیر دلیل کے علم حاصل کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے وہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھاتا ہے اور اس میں سانپ ہو اور لاعلمی کی وجہ سے اسے ڈس لے۔[3]

3. نقدی عبارات کی درستگی اور انکے قائلین کی طرف نسبت

امام بیہقی رحمہ اللہ کے نقدی منہج کے جمع مسائل میں سے فن حدیث میں ناقدین کی عبارتوں کی درستگی بھی ہے۔وہ بالاستیعاب تمام اقوال کو جمع کرکے ان کی تحقیق کرتے ہیں اس میں سے صحیح کو اختیار کرتے ہیں اس کی اصل کو باقی رکھنے کے ساتھ ساتھ اسے مضبوطی فراہم کرنے کیلئے دیگر دلائل بھی نقل کرتے ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کتاب الاضحیہ میں حدیث من وجد سعة ولم يضحى کوامام ترمذی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں :

امام ترمذی رحمہ اللہ کے بقول صحیح بات یہ ہے کہ یہ ابوہریرہ کی موقوف حدیث ہے اور زید بن حباب کی روایت غیر محفوظ ہے۔پھر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں اسی طرح عبیداللہ بن جعفر نے عن الاعرج عن ابی ہریرۃ کی سند سے موقوف نقل کیا ہے نیز ابن وہب نے عن عبداللہ بن عیاش عن الاعرج عن ابی ہریرۃ کی سند سے موقوف نقل کیا ہے اسی طرح ابن وہب نے عن عبداللہ بن عیاش بن عیسیٰ بن عبدالرحمن بن فروہ انصاری عن ابن شہاب عن سعید بن مسیب عن ابی ہریرۃ کی سند سے نقل کیا ہے:

اس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو استطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری جائے نماز کے قریب نہ آئے۔اور یہ بھی موقوف ہے۔[4]

اس سے امام بیہقی رحمہ اللہ کی تنقیدی قوت کی وسعت و گہرائی معلوم ہوتی ہے وہ اہل نقد کے اقوال کی اصلاح کرکے ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔وہ اس منہج میں اس قدر آگے تھے کہ انہوں نے اپنی سنن میں موجود روایات پر خود نقد کیا اور ان کے علاوہ دیگر

---

① السنن الكبرى : 1/ 252

② المدخل إلى السنن الكبرى :ص210- 211

③ المدخل إلى السنن الكبرى :ص210- 211

④ السنن الكبرى : 9/ 260

روایات کو ترجیح دی۔

4. نقد کو علمی ادب سے متصف کرنا

'السنن الکبریٰ' میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے بہت علمی ادب سے تنقید کو متصف کیا ہے وہ اپنے سارے اعتراضات نقد، مناقشہ اور ترجیحات کا عاجزانہ الفاظ سے خاتمہ کرتے ہیں اور واللہ اعلم کہہ کر حقیقی علم کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ علماء اور آئمہ پر نقد کرنے سے پہلے ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے بارے میں کہتے ہیں :

> اگرچہ وہ فقہ میں بہت بڑے ہیں۔ لیکن سوئے حفظ کی وجہ سے روایت میں کمزور ہیں اس طرح اسانید و متون میں خطا کرنے کے ساتھ ساتھ حفاظ کی مخالفت بھی کرتے ہیں ۔اللہ ہمیں اور انہیں معاف کرے۔[1]

وہ عام حکم بیان کرنے سے پہلے اپنی علم وسعت کو بھی بیان کر دیتے ہیں مثال کے طور پر کہتے ہیں :

> میرے علم کے مطابق اس حدیث کو نقل کرنے میں ابو عسان یحییٰ بن کثیر منفرد ہے۔[2]

اور اسی طرح وہ بسا اوقات کہتے ہیں :

> ناقل اس حدیث کی غرابت اور اہل علم کے ہاں غیر معروف ہونے کی وجہ سے اس سے واقف نہ تھا۔

کتاب الصلوة، باب متی یقوم المأموم کی صحیح سند بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انس بن مالک سے مروی ہے۔ حسین بن علی کا یہی عمل تھا۔ عطا اور حسن کا یہی قول ہے۔[3]

امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث پر غرابت یا رد کا حکم لگا سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے یہ ادبی طریقہ اختیار کیا جس سے غرائب و تضعیف واضح ہوتی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کے یہ نمایاں خصائص ہیں۔ بلاشبہ اور بھی کئی خصائص ہیں اس کے سیکڑوں دلائل اور شواہد موجود ہیں۔

---

① السنن الکبری : 5/ 334

② السنن الکبری : 2/ 420

③ السنن الکبری : 2/ 21

خلاصهٔ بحث

خلاصہ بحث

باب اول: امام بیہقی رحمہ اللہ کے احوال وآثار

- اس میں امام بیہقی رحمہ اللہ کے حالات زندگی ان کے ابتدائی حالات اور وہ پس منظر کاذکر ہے جن کا ان کی علمی تکون میں حصہ تھا۔
- علمی اسفار کا تذکرہ اور تفصیل اور دوران تذکرہ امام صاحب کے علمی مقام کا اقوال علما کی روشنی میں جائزہ۔
- امام صاحب کا عقیدہ مسلک ان کی کتب اور اقوال کی روشنی میں۔
- امام بیہقی رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ کتب کا تعارف اور ان کے مطبوع و غیر مطبوع کی نشاندہی کی گئی ہے۔

باب دوم: السنن الکبری کا منہج وخصائص

- السنن الکبری کا منہج وخصائص کا بیان۔
- کتب حدیث میں السنن الکبری کا مقام
- کتب حدیث کی فنی تقسیم اور ان کی تفصیل مثلاً سنن، جامع مسند وغیرہ، سنن کا تعارف اور ان کے مصنفین کا تذکرہ۔
- السنن الکبری کا دیگر سنن کی کتب میں مقام و مرتبہ
- السنن الکبری کے مراحل تالیف اور موضوع و اصطلاحات کا تذکرہ۔
- تالیف السنن الکبری کا پس منظر اور اسباب
- سنن الکبری کی تالیف کی غرض وغایت
- السنن الکبری میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی امتیازی اصطلاحات
- السنن الکبری پر تنقیدات کا تذکرہ
- السنن الکبری میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا منہجی اسلوب اور اس کی تقسیم۔
- تنظیمی منہج اور نقدی منہج کی تفصیل

باب سوم: السنن الکبری میں حدیث کے روایتی ودرایتی اصولوں کا استعمال

- السنن الکبری میں حدیث کے روایتی ودرایتی اصولوں کا استعمال
- السنن الکبری میں امام بیہقی رحمہ اللہ کے استعمال کردہ روایتی اصول
- مرفوع اور اس کی اقسام کا تذکرہ
- موقوف اور اس کے متعلقات کا بالتفصیل تذکرہ
- مقطوع اور اس کے متعلقات

- غریب کی لغوی واصطلاحی مفہوم اور غریب کی اصطلاح میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا موقف۔
- منکر اور اس کے متعلقات کا بالتفصیل ذکر اور نکات جانچنے میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی مہارت کا تذکرہ۔
- معلل اور اس کے متعلقات میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا اسلوب۔

باب چہارم: السنن الکبری کی ترتیب وتدوین میں نقد حدیث

- السنن الکبری کی ترتیب وتدوین میں نقد حدث
- السنن الکبری میں نقل شدہ رواۃ اور ان کا تعارف
- السنن الکبری میں اسمائے رواۃ اور ان کی کیفتیوں کے درمیان امتیاز
- السنن الکبری میں مختلف الاسماء، مشتبہ اور مبہم راویوں کی نشاندہی کا تذکرہ
- السنن الکبری میں جرح وتعدیل کے استعمال کی تفصیل
- جرح وتعدیل کا لغوی اصطلاحی مفہوم اور محدثین کے ہاں اس سے متعلقہ اساسی اصول کا تذکرہ
- السنن الکبری میں راویوں کے مراتب وطبقات کا بالتفصیل تذکرہ
- جرح وتعدیل کی تفصیل
- امام بیہقی رحمہ اللہ کی السنن الکبری میں جداگانہ تنقیدی اصطلاحات کا تذکرہ
- جرح وتعدیل میں امام بیہقی رحمہ اللہ کے منہج پر تبصرہ اور السنن میں ان کے خصائص
- امام بیہقی رحمہ اللہ کے راوی پر حکم لگانے کے بعض اہم قوانین کا تذکرہ۔
- امام بیہقی رحمہ اللہ کے نقد سندی واصولوں کی تفصیل
- السنن الکبری میں نقد متن سے متعلقہ ابحاث کا ذکر
- ناقدی شرائط اور اس کا دائرہ کار
- نقد متن کے معیارات، وسائل اور ترجیح متن کا ذکر
- السنن الکبری میں نقد متن کی اقسام کا بالتفصیل ذکر
- منہج نقد کا معنی ومفہوم اور امام بیہقی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین کے ہاں اس کا دائرہ کار کی تفصیلی بحث
- امام صاحب کا السنن الکبری میں آزادی فکر کا اسلوب پر علما کے تائیدی اقوال کا بیان اور تفصیل

فهارس

1. فهرستِ آیات
2. فهرستِ احادیث
3. فهرستِ أعلام
4. فهرستِ مصادر ومراجع

1

فهرستِ آیات

فہرست آیات

آیات	صفحہ نمبر
وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً	61
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ	115
وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ	115
ا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكُمْ	117

2

فهرستِ احادیث

فہرست احادیث

3

فہرستِ اعلام

فہرستِ اَعلام

4

فهرستِ مصادر و مراجع

مصادر ومراجع

الكتب العربية

- القرآن الكريم
- اكرم ضياء عمرى ، التراث والمعاصرة۔ كتاب الامة قطر، الطبعة الاولى سنة 1405ھ
- اكرم ضياء عمرى، مواردالخطيب فى تاريخ بغداد۔ دارالقلم بيروت، الطبعة الاولى، 1395ھ/ 1975م
- ابن الأُنبارى ، نزهة الألباء فى طبقات الأدباء۔ تحقيق: ابراهيم سامرائى، بغداد 1960م
- ابن الصلاح لأبوزكريا يحيى بن شرف، التقريب الارشاد مختصر علوم الحديث، مكتبة الحلبونى دمشق
- إبن حجر أحمد بن على عسقلانى ،تهذيب التهذيب، حيدرآباد دكن هند 1325ھ
- ابن حجر احمد بن على عسقلانى، فتح البارى شرح صحيح البخارى۔ المطبعة السلفية قاهرة سنته 1380ھ
- ابن حجر أحمد بن على عسقلانى، قريب التهذيب۔ تحقيق: عبدالوهاب عبداللطيف، دارالمعرفة بيروت 1395ھ/ 1975م
- أبو أحمد عبد الله بن عدى جرجانى، لكامل فى الضعفاء ، دارالفكر بيروت، الطبعة الثانية 1405ھ/ 1985م
- أبو البقاء ايوب بن موسىٰ عكبرى، الكليات معجم فى المصطلحات والفروق اللغوية۔ تحقيق: عدنان دورليش، وزارة ثقافت دمشق، الطبعة الثانية 1981م
- أبو الفداء الملك المؤيداسماعيل صاحب حماة، المختصر فى أُخبار البشر۔ طبع عبصر سنة 1325ھ
- أبو بشر محمد بن احمد دولابى، الكنى والأسماء۔ دارالمعارف الاسلامية هند 1322ھ
- أبو سعد عبدالكريم بن محمد سمعانى ، التبحير فى المعجم الكبير۔ تحقيق: منيره ناجى سالم، مطبعة الارشاد بغداد 1975م
- أبو سعد عبدالكريم بن محمد سمعانى، الأنساب ۔ طبع بالزنكعراف فى لندن 1912ھ
- ابو سليمان حمدبن محمد بن إبراهيم خطابى، غريب الحديث۔ تحقيق: عبدالكريم إبراهيم، الفرباوى من مطبوعات جامعة أُم القرى 1402ھ
- أبو شيخ عبد الله بن محمد بن جعفر أصفهانى، أخلاق النبى۔ عناية: أبو الفضل عبد الله صديق قاهرة سنة 1959ھ

- أبو عبد الله محمد بن عبدالله حاكم،معرفةعلوم الحديث، تحقيق : لجنة احياء التراث، منشورات دارالآفاق جديده، بيروت ، الطبعة الرابعة سنة 1400ھ/ 1980م
- أبو محمد عبد الله بن يوسف زيلعى، نصب الراية ۔ دارالمأمون مصر، الطبعة الأولى 1357ھ/ 1913م
- ابوالعباس احمد بن محمد ابن خلكان ، وفيات الأعيان و أنباء الزمان۔ دارالثقافة بيروت 1971ء
- أبوالفرج عبدالرحمن بن أحمد ابن رجب،شرح علل الترمذى، تحقيق : سيد صحبحى جاسم حميد، مطبعة العانى بغداد
- ابوالفلاح عبدالحى بن أحمد ابن العماد ، شذرات الذهب فى أخبار من ذهب۔ طبع بالقاهرة سنة 1350ھ
- أبوالقاسم على بن حسن ابن عسا كر، تبين كذب المفترى فيمانسب الى أبى الحسن الأشعرى۔ مطبعة التوفيق دمشق، 1247ھ
- أبوبكر احمد بن على خطيب بغداد ، تاريخ بغدادأومدينة السلام، مطبعة السعادة مصر، الطبعة الأولى 1349ھ/ 1931م
- أبوحسين مسلم بن حجاج بن مسلم قشيرى، حيح مسلم،دارالسلام للنشروالتوريح شارع الأمير عبدالعزيز بن جلوى مقابل الغرفة التجارية رياض، المملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى 1420ھ/ 1999م
- أبوعمر و عثمان بن عبدالرحمن ابن الصلاح،علوم الحديث، تحقيق: نورالدين عتر، دارالفكر دمشق، الطبعة الثالثة 1404ھ/1984م
- أبى بكر احمد بن حسين بيهقي،دلائل النبوة ، تحقيق: عبدالمعطى قلعجى دارالكتب العلمية بيروت لبنان، الطبعة الأولى 1405ھ/ 1985م
- أبى داؤد سليمان بن أشعث بن اسحاق سجستانى، سنن أبى داؤد ۔ دارالسلام للنشروالتوزيع شارع الأمير عبدالعزيز بن جلوى مقابل الغرفة التجارية رياض، المملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى: 1420ھ/ 1999م
- أبى عبدالرحمن أحمد بن شعيب بن على نسائى،سنن نسائى،دارالسلام للنشرو التوزيع شارع الأمير عبدالعزيز بن جلوى مقابل العرقة التجارية رياض ،المملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى 1420ھ/ 1999م
- أبى عبدالله محمد بن اسماعيل بن إبراهيم بن مغيره بخارى،صحيح بخارى، دارالسلام للنشروالتوز يع شارع الأمير عبدالعزيزبن جلوى مقابل الغرفة التجارية رياض ،المملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى 1420ھ/ 1999م

- أبى عبدالله محمد بن يزيد ربعى ابن ماجه قزوينى، سنن ابن ماجه، دارالسلام للنشروالتوزيع شارع الأمير عبدالعزيز بن جلوى مقابل الغرفة التجارية،الرياض، المملكة العربية السعودية،الطبعة الأولى 1420ھ/ 1999م
- أبى عيسى محمد بن عيسى ترمذى ،جامع ترمذى دارالسلام للنشرو التوزيع شارع الأمير عبدالعزيز بن جلوى مقابل العرفة التجارية رياض ،المملكة العربية السعودية، الطبعة الأ ولى 1420ھ/ 1999م
- أحمد بن حسين بيهقي ، الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد على مذهب السلف وأصحاب الحديث ۔ تحقيق: أحمد عصام كاتب، دارالآفلق الجديدة، الطبعة الأولى 1401ھ/ 1981م
- أحمد بن حسين بيهقي ، السنن الكبرى ، دارالمعرفة بيروت لبنان، الطبع الاولى 1347ھ
- احمد بن حسين بيهقي، اثبات عذاب القبر۔ تحقيق:شرف محمود القضاة، دارالفرقان عمان، الطبعة الاولى، 1403ھ/ 1983م
- أحمد بن حسين بيهقي، الزهد الكبير۔ تحقيق: تقى الدين نذوى، دارالقلم كويت 1403ھ
- احمد بن حسين بيهقي، القراءة خلف الامام۔ طبع فى الهند
- أحمد بن حسين بيهقي، بيان خطأ من أحطأ على الشافعى، تحقيق: شريف نايف دعيس،مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى 1402ھ/ 14983م
- أحمد بن حسين بيهقي،المدخل الى السنن الكبرى، تحقيق: محمد ضياء الرحمن الاعظمى، دارالخلفاء للكتاب الاسلامى كويت، سنة 1405ھ/ 1985م
- أحمد بن حسين بيهقي،معرفة السنن والآثار، دارقتبية للطباعة والنشردمشق بيروت، الطبعة الأولى 1412ھ/ 1991م
- احمد بن عطية بن على غامدى، البيهقي و موقفة من الألهيات ۔ الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة، الطبعة الثانية 1402ھ/ 1982م
- احمد بن على بن حجر عسقلانى ، لسان الميزان ۔ بيروت 1390ھ/ 1971م
- أحمد بن فارس،معجم مقاليس اللغة،تحقيق: عبدالسلام هارون، عيسى حلبى قاهرة، الطبعة الأولى 1366ھ
- احمد بن محمد بن على فيومى، المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير۔ تحقيق: عبدالعظيم شناوى، طبع دارالمعارف قاهرة
- أحمد بن محمد بن على فيومى، لمصباح المنير فى غريب الشرح الكبير، تحقيق: عبدالعظيم شناوى، طبع دارالمعارف قاهرة

- اسماعيل باشا بن محمد بغدادى ، هدية العارفين فى اسماء المولفين و آثار المصنفين۔ استنبول سن‍ة1960م
- أكرم ضياء عمرى،بحوث فى تاريخ السنة المشرفة۔ مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الرابعة سنة 1405ھ/ 1984م
- امام احمد بن حنبل، سند امام أحمد بن حنبل۔ مؤسسة الرسالة للطباعة وا لنشرة والتوزيع بيروت لبنان الطبعة الثانية 1420ھ/ 1999م
- بروكلمان، تاريخ الادب العزلى۔ الترجمة العربية، دارالمعارف القاهرة، الطبعة الرابعة
- تاج الدين عبدالوهاب بن تقى الدين سبكى، طبقات الشافعية الكبرى۔ تحقيق:عبدالفتاح الحلو، محمود طناحى، طبعة عيسى حلبى قاهرة 1976م
- جلال الدين عبدالرحمن بن ابى بكر سيوطى، التذيل والتذنيب على نهاية الفريب ، تحقيق: ڈاکٹر عبد الله جبورى، دارالرفاعى رياض، الطبعة الأولى1452ھ/ 1982م
- جلال الدين عبدالرحمن بن أبى بكر سيوطى، طبقات الحفاظ۔ تحقيق: محمد على عمر، مطبعة الاسقتلال قاهرة 1393ھ/ 1973م
- جلال الدين عبدالرحمن بن أبى بكرسيوطى ، تدريب الراوى فى شرح تقريب النواوى، دارالكتب ،العلمية بيروت،الطبعة الثانية 1399ھ/ 1979م
- جلال الدين عبدالرحمن بن أبى بكرسيوطى،حسن المحاضرة فى تاريخ مصر و القاهرة، تحقيق:أبوالفضل إبراهيم،طبعة عيسى البابى حلبى قاهرة،الطبعة الأولى1387ھ/ 1967م
- جمال الدين عبدالرحيم اسنوى، طبقات الشافعية۔ تحقيق : عبد الله جبورى، بغداد 1390ھ
- حسين بن محمد بن عبد الله طيبى، الخلاصة فى علوم الحديث ۔ تحقيق: استاد صبحى سامرائى، مطبعة الارشاد بغداد سنة 1971م
- زين الدين عبدالرحيم بن حسين عراقى ، التقييد والايضاح شرح مقدمة ابن الصلاح۔ تحقيق: عبدالرحمن عثمان، مطبعة العاصمة 1970م
- سيد صقر ، مقدمة معرفة السنن والآثار ۔ المجلس الأعلى للشؤون الاسلامية قاهرة
- شرف الدين على راحجى، صطلح الحديث وأثره على الدرس اللغوى عندالعرب، دارالنهضية العربية بيروت، الطبعة الأولى ، سنة 1973م

- شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان ذهبي، العبرفى خبرمن غبر- تحقيق: صلاح الدين منجد، فؤادسيد، كويت 1969م
- شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي، دول الاسلام- حيدر آباد هند، الطبعة الثانية 1364ھ
- شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي،المغنى فى الضعفاء، تحقيق: نورالدين عتر، دارالمعارف حلب، الطعبة الأولى 1391ھ/ 1971م
- شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان ذهبي،تذكرة الحفاظ، تصحيح: عبدالرحمن بن يحيىٰ معلمى، حيدر آباد هند 1374ھ
- شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي،سيرالنبلاء ، مؤ سسة الرسالة بيروت، الطبعة الثانية 1402ھ/ 1986م
- صلاح الدين خليل الدين بن أبيک صفدى،الوافى بالوفيات، دارالنشر فرانزشتا يز بقسبادن، الطبعة الثانية 1381ھ/ 1962م
- عبد الله بن سعد يافعى، مرآة الجنان وعبرة اليقظان- طبع فى حيدرآباد هند 1337ھ/ 1939م
- عبدالرحمن بن أبى حاتم ، الجرح والتعديل- دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دكن هند
- عبدالرحمن بن أبى حاتم، المراسيل، تحقيق: شكر الله نعمة الله قوجانى، مؤسسة الرسالة بيروت الطبعة الثانية 1402ھ/ 1982م
- عبدالرحمن بن على ابن جوزى،المنتظم من تاريخ الملوک والأمم ، مطبعة دارالمعارف العثمانية حيدرآباد دكن هند 1357ھ
- عبدالرزاق بن همام بن نافع صنعانى، صنف عبدالرزاق- تحقيق: محدث حبيب الرحمن أعظمى، نشره المجلس العلمى باكستان
- عبدالمعطى قلعجى، مقدمة دلائل النبوة- دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى، 1405ھ/ 1985م
- عجاج حظيب،أصول الحديث علومه و مصطلحه،دارالفكر، الطبعة الثانية سنة 1971م
- عجاج حظيب،أصول الحديث علومه و مصطلحه،دارالفكر، الطبعة الثانية سنة 1971م
- علاء الدين على بن عثمان تركمانى، الجوهر النقى فى الردعلى البيهقي، دائرة معارف هند 1344ھ
- على بن احمد بن سعيد بن حزم ، المحلى- مطبعة الأولى بمصر
- على بن عمر دار قطنى، سنن دارقطنى- شركة الطباعة الفنية المدينة المنورة المملكة العربية، السعودية 1386ھ/ 1966م

- علی بن محمد بن محمد ابن الاثیر، اللباب فی تہذیب الأنساب۔ دارالصادر بیروت سنة 1400ھ
- علی حسن علی عبدالحمید، التعلیقات الأثریة علی المنظومة البیقونیة، المکتبة الاسلامیة عمان، الطبعة الأولی 1403ھ/ 1982
- علی متقي هندي، کنزالعمال، مؤسسة الرسالة بیروت سنة 1399ھ
- عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر ، الباعث الحثیث شرح مختصر علوم الحدیث ، تحقیق : احمد محمد شا کر، دارالکتب العلمیة بیروت 1403ھ
- عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر ، البدایة والنهایة ۔ تحقیق محمد عبدالعزیز بخار، مطبعة السعادة قاهرة
- فؤاد سزکین ، تاریخ التراث العزلی۔ ،ترجمه : ڈاکٹر محمود فہمی حجازی، ڈاکٹر عزم مصطفی، ڈاکٹر سعید عبدالرحیم، جامعة محمد بن سعود ریاض 1983/ 1403م
- فاروق حماده، لمنهج الاسلامی فی الجرح و التعدیل،مکتبة معارف رباط، الطبعة الأولی 1401ھ/ 1981م
- فاروق حماده ، المنهج الاسلامی فی الجرح والتعدیل۔ مکتبة المعارف رباط، الطبعة الاولی 1401ھ/ 1981م
- مالک بن أنس لإمام مالک بن أنس ، مؤطا الإمام دارالهجرة، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشرة والتوزیع بیروت، لبنان، الطبعة الثالث 1418ھ/ 1997م
- مجدالدین أبوسعادات مبارک بن محمد ابن الأثیر، لنهایة فی غریب الحدیث والأثر ،طبعة عیسی البابی الحلبی قاهرة
- محمد بن جعفر کتانی دارالفکر د مشق،الرسالة المستطرفة لبیان مشهور کتب السنة ، الطبعة الثالثة 1383ھ/ 1964م
- محمد بن عبدالرحمن بن محمد سخاوی ، فتح المغیث شرح الفیة الحدیث ، دارالکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی سنة 1403ھ/ 1983م
- محمد بن عبدالرحمن بن محمد سخاوی ،الاعلان بالتوبیخ ۔ مطبوع ضمن علم التاریخ عندالمسلمین بیروت 1403ھ
- محمد بن عبدالرحمن مبارکفوری،تحفة الأحوذی شرح جامع الترمذی، تحقیق: استاد عبدالرحمن محمد عثمان، مطبعة الاعتماد قاهرة، سنة 1386ھ/ 1967م
- محمد بن محمد ابن ابی یعلی الفراء الحنبلی، طبقات الحنابلة ۔ طبع بالقاهرة سنة 1952م
- محمد زاهد کوثری ، مقدمة احکام القرآن ۔ دارالکتب المصریة بیروت، الطبعة الأولی1395ھ
- محمد طاهر جوابی ، الجرح والتعدیل بین المتشددین والمتساهلین۔ تیونس سنة 1402ھ

- محمد طاهر جوابی، لجرح والتعديل بين المتشددين والمتساهلين،تيونس سنة 1402ھ
- محمد عجاج خطيب ، اصول الحديث علومه و مصطلحه۔ دارالفكر، الطبعة الثانية 1971م
- محمد عجاج خطيب، المختصر الوجيز فى علم الحديث مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى 1405ھ/ 1985م
- محمد مرتضى بن محمد حسينى زبيدى،اتحلف السادة المتقين،أحياء التراث العزلى مصر
- محمد مرتضى بن محمد زبيدى حسينى ، تاج العروس من جواهر القاموس۔ طبع بمصر 1307ھ
- محمدبن اسماعيل صنعانى ، العدة على أحكام الاحكام۔ تحقيق: على بن محمد هندى،المطبعة السلفية قاهره، الطبعة الأولى
- محيى الدين عبدالحميد، شرح الألفية للسيوطى، مطبعة التجارية قاهرة
- مصطفى بن عبد الله حاجى خليفه، كشف الظنون عن اسامى الكتب والفنون۔ دارالفكر بيروت 1402ھ/ 1982م
- معجم البلدان۔ ياقوت حموى ،دارالكتاب العربى بيروت
- مقدسى، أحسن التقاسم۔ ليدن الطبعة الثانية سنة 1909م
- موفق عبد الله، مقدمة الضعفاء والمتروكين ، مكتبة المعارف رياض، الطبعة الأولى 1404ھ1984م
- نايف دعيس، قدمة بيان خطأ من أخطأ على الشافعى،مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى 1402ھ/ 1983م
- نورالدين عتر ، منهج الفقد فى علوم الحديث، دارالفكر دمشق، الطبعة الثالثة 1401ھ/ 1981م
- همام عبدالرحيم سعيد، لعلل فى الحديث،دارالعدوى عمان، الطبعة الأولى
- يحيى بن معين ، التاريخ يحيى بن معين ، تحقيق: أحمد نورسيف،الهيئة المصرية للكتاب، الطبعة الأولى 1399ھ/ 1979م
- يوسف بن عبد الله ابن عبدالبر،القصدو الأمم فى التعريف بأصول أُنساب العرب و العجم۔ مطبعة السعادة بالقاهرة سنة 1350ھ